رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۵
THE ALFAZL QADIAN
رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۵

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا

اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر

قیمت فی پرچہ ۱/

کاروباری امور کے متعلق خط وکتابت بنام منیجر ہو

ایڈیٹر: غلام نبی ❖ اسسٹنٹ: مہر محمد خاں

فہرست مضامین

نمبر ۷۸ | مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء | یوم دوشنبہ | مطابق ۲۳ رجب ۱۳۴۱ھ | جلد ۱۰

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت اچھی ہے حضور راجپوتانہ میں تبلیغ کے متعلق سکیم اور ہدایات تیار فرما رہے ہیں۔ بہت سے احباب نے اپنے آپ کو تبلیغ کیلئے پیش کیا ہے اور بعض نہایت ایمان پرور نظارے نظر آتے ہیں۔

دہلی اور ڈیرہ غازیخاں کے جلسوں پر ہمارے جو علماء تشریف لے گئے تھے۔ وہ واپس آگئے ہیں۔ دونوں مقامات پر خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب جلسے ہوئے۔

مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے ہاں بفضل خدا تیسرا لڑکا پیدا ہوا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

سیدنا محمودؑ کا ذکر قرآن مجید میں

۹ مارچ ۱۹۲۳ء عصر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے سورۂ لقمان رکوع دوم پر درس دیا۔ اور فرمایا۔

یہ رکوع میری زندگی سے خاص تعلق رکھتا ہے سب سے پہلی تقریر جو میں نے عام مجلس میں کی۔ اسی رکوع کو پڑھکر اسی مسجد میں کی تھی۔ اب مسجد وسیع ہو گئی ہے۔ اور اس کی پہلی شکل نہیں رہی۔ لیکن اس وقت میں جہاں کھڑا ہوں۔ عین اس کے سامنے کے دروازہ میں کھڑے ہو کر میں نے تقریر کی تھی اگرچہ اب علم میں بہت ترقی ہو گئی ہے۔ خیالات اور افکار میں بہت تغیر ہو گیا ہے۔ لیکن اب بھی میں اس تقریر کو پڑھکر حیران ہو جاتا ہوں۔ کہ وہ باتیں کسطرح میرے منہ سے نکلیں۔ اور اگر اب بھی میں وہ باتیں بیان کروں۔ تو یہی سمجھوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے سمجھائی ہیں۔

اُس وقت مجھ پر ایسی حالت تھی۔ کہ چھوٹی عمر تھی کیونکہ اسوقت کی عمر ہی کیا تھی اس وجہ سے اور مجمع عام میں پہلی دفعہ بولنے کی وجہ سے میرے اعصاب پر ایسا اثر پڑا ہوا تھا۔ کہ مجھے لوگوں کے چہرے نظر نہ آتے تھے۔ اندھیرا سا معلوم ہوتا تھا۔ اور مجھے نہیں معلوم تھا۔ کہ میں کیا کہ رہا ہوں۔ بعد میں اخبار میں میں نے تقریر پڑھی۔ تو معلوم ہوا کہ میں نے کیا کہا تھا۔

پھر یہ رکوع میرے لئے تبلیغ اسلام کرنے میں بیج کا کام دے گیا۔ اور میں نے اس سے بڑا فائدہ اٹھایا۔

حضور کے یہ فرمانے پر تمام وہ واقعہ میری آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ جبکہ آج سے ۱۶ سال قبل یہ خاکسار دارالامان

میں شائع ہوا۔ اور وہ تقریر میں نے سنی۔ اور سنکر جو اثر مجھ پر ہوا اس کا ایک شمہ میں نے الحکم کی معرفت احباب جماعت احمدیہ تک پہنچایا۔ ملاحظہ ہو الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء

"برج نبوت کا روشن ستارا۔ درج رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ ربہ الودود شرک پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ میں ان کی تقریر ایک خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں۔ فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو اپنے پورے زور سے بہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں میرے خیال میں یہ بھی حضور علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ اور اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ مسیحیت مآب کی تربیت کا جوہر کس درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے ...... آپ نے روحانی کمالات پر عجیب طرز سے بحث کی۔ اور بتایا کہ انسان جب نماز کو قائم کر لیتا۔ اور شرک سے کلی مجتنب ہو جاتا ہے۔ تو اسے مامور کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہے۔ اسوقت اس کی نہایت مخالفت کی جاتی ہے۔ مگر ارشاد ہوتا ہے کہ صبر و استقامت سے کام لے۔ کیونکہ اولوالعزموں کے یہی کام ہیں پھر صبر کے بعد ایک ایسا زمانہ آتا ہے۔ جبکہ خلائق کا رجوع اس کی طرف ہوتا ہے۔ تو ایسی حالت میں یہ حکم دیا گیا۔ ولا تصعر خدك للناس الخ"

جہاں اس محولہ بالا عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو ہم (مبایعین) اسوقت بھی نبی اور رسول سمجھتے تھے (دیکھو میں نے لکھا ہے۔ برج نبوت کا روشن ستارا۔ درج رسالت کا درخشندہ گوہر) وہاں یہ تقریر کرنیوالے (ادام اللہ فیوضہ) کو معلوم تھا۔ نہ تقریر لکھنے والے خاکسار کو کہ ایک زمانہ آتا ہے۔ کہ یہی تقریر کرنے والا ایک مامور و مرسل کا جانشین ہو کر مرجع خلائق بننے گا۔ اور جو کچھ بیان کر رہا ہے۔ وہ اس کا اپنا ہی حال ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان آیات کی تفسیر اس چھوٹی سی عمر میں اس پر ایسے رنگ میں کھولی گئی ہے۔ کہ حضرت علامہ نورالدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میاں! آج تمہاری تقریر سے بہت سے عجیب اور نئے نکات قرآنی معلوم ہوئے۔ کل درس القرآن کے وقت ۱۷ سال کے بعد میں اپنی وجدانی کیفیت کو ضبط تحریر میں نہیں لا سکتا۔ جبکہ میں ۱۹۰۵ء دسمبر کی مانند حضور کے سامنے بیٹھا ہوا انہی آیات کی تفسیر سن رہا تھا۔ اور جو کچھ پہلے سن چکا تھا۔ اسے مجسم اپنے سامنے دیکھتا تھا۔ سبحان اللہ وبحمدہ ان کان وعد ربنا لمفعولا۔

ابتدا میں حضور کی تقریر کا جو حصہ بیان کیا گیا ہے اس کے بعد حضور نے فرمایا:۔

یہ تو اس وقت کا ذکر ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی اس رکوع کا مجھ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن کریم قصہ کہانیوں کی کتاب نہیں، تاریخ کی کتاب نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا رستہ بتانے والی کتاب ہے۔ اس لئے جو بات بھی اس میں بیان کی گئی ہے۔ وہ قصے کے طور پر یا تاریخی لحاظ سے نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ ایسی رنگ کی بعد میں واقع ہوگی۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کا جو واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اس کی یہ غرض نہیں کہ حضرت یوسف کے واقعہ کو تاریخی طور پر دہرایا جائے۔ بلکہ یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا۔ اور وہ بھی لا تثریب علیکم الیوم کہے گا۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے گا۔ کہ اس سورہ میں حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یوسفؑ کا ذکر نہیں بلکہ عبداللہ کے بیٹے یوسفؑ کا ذکر ہے۔ تو بالکل درست ہے۔ پس قرآن کریم میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ اس لئے بیان کئے گئے ہیں۔ کہ وہ بعد میں بھی ہونیوالے ہیں۔

اس رکوع میں ایک لقمان کا ذکر ہے۔ وہ لقمان کون ہے۔ اگر کوئی ذرا غور و فکر سے کام لے۔ اور سیاق و سباق کو دیکھے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لقمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ واقعات جو یہاں بیان ہوئے ہیں چسپاں نہیں ہو سکتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی اور کامیابی کے ظاہری سامان خدا تعالیٰ نے ہی مہیا کئے تھے۔ اور کسی انسانی طاقت میں نہ تھا کہ ایسے اسباب مہیا کر سکتی۔ لیکن مہیا ضرور کئے گئے تھے۔ لیکن یہاں جس لقمان کا ذکر ہے۔ اس کے لئے اس رنگ میں نہیں ہوا۔ پھر یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لقمان کا بیٹا ہوگا اور اس کو مشکلات بھی پیش آئینگے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کوئی بیٹا نہیں ہوا۔

پس اس رکوع میں لقمان حضرت مسیح موعود کے بیٹے کو کامیابی کے گر بتائے گئے ہیں (آیت ۱۲ میں) کہ (۱) توحید پر قائم ہو۔ (۲) تمدنی تعلقات درست کرے۔ جنکی ابتدا ر والدین احسان سے ہوتی ہے (آیت ۱۳ سے) تیسرا یہ کہ جو نیکی کا بویا جائے۔ وہ ضرور پھل لاتا ہے۔ (آیت ۱۵) اسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ وہ اوائل میں حقیر سمجھا جائیگا۔ مگر مشکلات کے پہاڑ بھی ہونگے۔ تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے۔ اور آخر زمین و آسمان اس کے ہمنوا ہونگے۔ چوتھے تبلیغ و اشاعت کا کام جو اس کے ہاتھوں سے ہونیوالا ہے اس کیلئے بتایا (آیت ۱۶ میں) کہ اپنے رفقاء کو تو ان کاموں کو کرنے کی تحریک کرتا ہے۔ جو اس نے سر انجام دینے ہیں۔ اور مخالفوں کو ان باتوں سے روکے۔ جو خلاف احکام خداوندی ہیں۔ بیشک مخالفت ہوگی۔ اور کہا جائیگا۔ کہ اس نے ساری دنیا کو کافر بنا دیا۔ وغیر ذالک۔ مگر اولوالعزم کو چاہیئے۔ کہ اس طوفان میں چٹان بن جائے۔ اور پورے صبر و ثبات سے کام لے۔ تب خلائق کا رجوع ہوگا۔ اس کامیابی کے وقت ارشاد ہے (آیت ۱۷ میں) کہ لوگوں سے بے رخی نہ کیجیو۔ اور نہ اپنی پے در پے کامیابیوں پر نازاں ہو جیو۔ اور ایسی خوشی منائیو۔ جو حد سے بڑھ جائے۔ بیشک اشاعت و حفاظت اسلام کے لئے (تمہیں اے لقمان امت محمدیہ کے پیارے بیٹے) بڑی بڑی تجویزیں سوجھینگی۔ اور تجھے اس بارے میں ایک خاص جوش غیر معمولی ہمت دی جائیگی۔ مگر سب کام میانہ روی سے ہوں۔ تاکہ اے گرم رو راہ ہدیٰ تیرے ساتھ والے بھی تیرے ساتھ چل سکیں۔ اپنی جماعت کے قصوروں سے درگذر کرتے رہیو۔ اغضض من صوتك پر عمل ہے (آیت ۱۸)

یہ تو اس تقریر کا خلاصہ در خلاصہ۔ بلکہ مفہوم بھی مناسب الفاظ میں نہیں۔ جو حضور نے درس القرآن میں فرمائی اور بتایا کہ ان آیات میں مسیح موعود اور اس کے موعود بیٹے کا ذکر ہے۔ میں نے تو اپنے دل کے تواجد سے مجبور ہو کر یہ چند سطور لکھ دیں۔ کہ اس سے پہلی تقریر کا خلاصہ لکھنے والا بھی میں ہی تھا۔ اور آج سترہ سال کے بعد اس نشان صداقت کا شاہد الحمد للہ کہ بقید حیات موجود ہوں۔ اکمل قادیان۔ ۵ مارچ ۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء

ہم اور ہمارے مخالفین

نہایت ہی رنج اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ یو۔ پی کے راجپوتوں کے متعلق جن خبروں کو افواہ سمجھا جاتا تھا۔ اب وہ حقیقی شکل اختیار کر رہی ہیں۔ اور آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈروں نے سرگرمی سے اضلاع آگرہ و متھرا میں ان کو مرتد کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ اس وقت تک کئی سو راجپوتوں کو سوامی شردھانند وغیرہ اسلام سے برگشتہ کر چکے ہیں۔ اور ایک کثیر تعداد کے ارتداد کی امید رکھتے ہیں۔ یہ وہی شردھانند ہیں۔ جن کو مسلمانوں نے دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑا کر کے تقریر کرائی تھی۔ اور جن کے لئے اللہ اکبر کے نعرے لگائے تھے۔ حال ہی انھوں نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ وہ سیاسیات سے کنارہ کش ہو کر ہمہ تن آریہ سماج میں لوگوں کو داخل کرنے میں لگ گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی آریہ لیڈر اس کام میں مشغول ہیں۔ لاکھوں روپیہ جمع ہو چکا۔ اور ہو رہا ہے۔ اسلام سے ناواقف لوگوں کو طرح طرح کے لالچ اور طمع سے غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں سے اپنے ساتھ ملا رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمان کیا کر رہے ہیں۔ مسلمان لیڈروں کو تو شاید یہ خطرہ ہو۔ کہ اگر ہم نے راجپوتوں کو ارتداد سے بچانے کی کوشش کی۔ تو ہندو ناراض ہو جائینگے۔ اور مسلمان علماء میں سے اکثر تو خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ اور جنھیں کچھ ہوش ہے وہ اس کوشش میں ہیں۔ کہ مسلمان جہالت اور ناواقفیت کے گڑھے میں ہی گرے رہیں۔ تا کہ ان کے لئے آمدنی کا ذریعہ بنے رہیں۔

ہمارے سلسلہ کی غرض و غایت جو کچھ ہے۔ وہ یہی ہے کہ مسلمان کہلانے والوں کو حقیقی مسلمان بنایا جائے۔ برکات اور انوار اسلام سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ اور دشمنان اسلام کے مقابلہ کے لئے انہیں ایسے اسلحہ سے مسلح کر دیا جائے۔ کہ کوئی ان کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ لیکن بدقسمتی دیکھئے۔ کہ علماء کہلانے والے ہمارے ہی راستہ میں روک ڈالنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انہی ایام میں جبکہ راجپوتوں کے ارتداد نے اسلامی حلقوں میں رنج و افسوس پیدا کر رکھا ہے۔ مولوی ثناء اللہ جو دوسروں کے منہ سے اپنے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد کہلانے کے بڑے شائق ہیں۔ اور جنہیں اپنی علمیت پر بڑا گھمنڈ ہے۔ راجپوتوں کی طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ بلکہ سیدھے حیدرآباد دکن پہنچ کر ہمارے خلاف جا اڈا جماتے ہیں۔ اور غلط بیانیوں۔ تمسخر اور ٹھٹھہ سے لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس پر اندفاع کے طور پر ہمیں بھی اپنے علماء بھیجنے پڑے۔

۳ مارچ کے اہلحدیث میں حیدرآباد کے ایک اخبار کے حوالہ سے یہ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ۱۹ فروری تک مولوی ثناء اللہ کے مواعظ سے ۱۳۔ قادیانی تائب ہو چکے ہیں۔

جب تک ہمیں اس کے متعلق براہ راست کوئی اطلاع موصول نہ ہو جسکے ہم منتظر ہیں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اگر کچھ ایسے لوگ جن کا تعلق احمدیت کے ساتھ پورے طور پر قائم نہ تھا۔ اپنی بدقسمتی سے مولوی ثناء اللہ کے دھوکہ میں آگئے ہیں تو یہ کونسا ایسا کارنامہ ہے کہ جس کی تشہیر اس قدر اہتمام کے ساتھ کی گئی ہے۔ اگر اس کو صداقت احمدیت کے خلاف بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ اور تیرہ آدمیوں کے سلسلہ حقہ سے علیحدہ ہونے کی جھوٹی افواہ احمدیت کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے۔ تو جس اسلام کا اہلحدیث اور مولوی ثناء اللہ کو دعویٰ ہے۔ اس سے سینکڑوں راجپوتوں کا پھر ارتداد کیوں اختیار کر اسلام کے متعلق یہی نتیجہ نہیں پیدا کرتا۔ اور اگر اسی اصل کے ماتحت آریہ صاحبان راجپوتوں کی شدھی کو اسلام کے جھوٹے ہونے کے ثبوت میں مولوی ثناء اللہ کے سامنے پیش کریں۔ تو وہ اس کا کیا جواب دینگے۔

کسی سلسلہ حقہ سے کچھ بدقسمت لوگوں کا جدا ہو جانا نہ پہلے اس سلسلہ کی تکذیب کا باعث ہوا ہے۔ اور نہ اب ہو سکتا ہے کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایسے بدبخت لوگ نہ تھے جنھوں نے ارتداد اختیار کیا۔ پھر کیا خلفائے کرام کے زمانہ میں ایسے واقعات نہیں پائے جاتے۔ پائے جاتے ہیں۔ اور کوئی سمجھدار انسان ان کو اسلام کے جھوٹے ہونے کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن "اہلحدیث" چند افراد کے احمدیت سے مرتد ہونے کی تصدیق طلب خبر کو صفحہ کے عین وسط میں حاشیہ کے درمیان ایسے طریق سے درج کرتا ہے کہ گویا اس کو احمدیت پر بڑی بھاری فتح حاصل ہوئی ہے۔

"اہلحدیث" کی یہ حرکت سمجھدار اور معاملہ فہم اصحاب کے نزدیک ہر حالت میں قابل نفرت اور لائق مذمت تھی۔ لیکن ایسے وقت میں جبکہ راجپوتوں کے ارتداد کی ماتم افزا خبریں اخباروں میں شائع ہو رہی ہیں۔ اور جبکہ لاکھوں راجپوت آریوں کے پنجہ میں گرفتار ہو کر اسلام کے نام کو بھی خیرباد کہنے والے ہیں۔ اخبار "اہلحدیث" کا یہ اوچھا پن اسلامی درد رکھنے والے ہر سنجیدہ انسان کے لئے سخت ناگوار اور رنج دہ ہے۔ چنانچہ معاصر "وکیل" (۸ مارچ) "اہلحدیث" کی اس خبر کے متعلق "کاش اس کا رخ دوسری طرف ہوتا" کے عنوان سے لکھتا ہے۔

"معاصر اہلحدیث امرتسر نے نمایاں طور پر اعلان کیا ہے کہ "۱۹ فروری تک مولانا ثناء اللہ صاحب کے مواعظ کے اثر سے ۱۳ قادیانی تائب ہو چکے ہیں۔" ہم خوش ہوتے۔ اگر مولانا ممدوح اس وقت سوامی شردھانند و لالہ ہنس راج اور پنڈت دینا دیال جیسے زبردست آریہ و ہندو مبلغین کے مقابلہ میں علم اسلام ہاتھ میں لیکر حلقۂ ارتداد میں پہنچتے۔ اور ہم یہ خوشخبری سنتے کہ جناب ممدوح نے اپنے مواعظ سے اتنے لوگوں کو ارتداد سے بچایا۔ اور اس قدر لوگوں کو اسلام سے ہم آغوش کیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ چند قادیانیوں کو اپنے ڈھب پر لے آئے ہیں۔ انھوں نے اچھا کیا۔ مگر کیا یہ وقت آپس کے اختلافات کا ہے۔ کیا ہمارے بلند پایہ مناظرین کو اس امر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ دیگر مذاہب کے مبلغین کے مقابلہ میں جو اس قدر جمعیت کے ساتھ غریب بے بس مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ڈٹ جائیں۔ اور مسلمانوں کو ارتداد سے بچائیں۔ صد ہزار افسوس ہے۔ کہ غیر مسلم لوگ ہمارے گھروں پر حملہ آور

ہوں۔ اور ہم آپس کے لڑائی جھگڑے میں مصروف ہوں۔ یہ وہ وقت ہے۔ جب تمام اسلامی مناد وں اور واعظوں کو دیگر تمام اطراف سے منہ موڑ کر حلقہ ارتداد کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور ظلمت وضلالت کی آندھی سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے"۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ معاصر "وکیل" کی اسی قسم کی تحریک کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ:۔

"اگر مخالفین ہمارے راستہ میں روکاوٹیں نہ ڈالیں۔ ہمارے خلاف غلط بیانیاں اور افترا پردازیاں کر کے عوام کو دھوکہ نہ دیں۔ ہمیں دُکھ اور تکلیف نہ پہنچائیں ہمارے خلاف بدزبانی اور بیہودہ سرائی نہ کریں۔ تو ہم کبھی ان کو مخاطب ہی نہ کریں۔ ہمارے سامنے کام کرنے کا نہایت وسیع میدان پڑا ہے۔ اور ہم اپنی ساری طاقت اور پوری قوت اسی میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب پیچھے سے ہمارے دامن کو پکڑ کر کھینچا جاتا اور ہمیں آگے بڑھنے سے روکا جاتا ہے۔ تو ہمیں مجبوراً ادہر متوجہ ہونا پڑتا ہے۔

چونکہ ہمارے مخالفین کو نہ اسلام کا خیال ہے۔ کہ مٹ رہا ہے۔ اور نہ مسلمانوں کی فکر ہے۔ کہ اسلام سے دُور ہو گئے ہیں۔ نہ وہ اشاعت اسلام کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس لئے اگر ہمارے ساتھ نہ اُلجھیں۔ تو اور کیا کریں۔ مگر ہم یہی چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں ان کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اور ہم اطمینان اور تسلی کے ساتھ اشاعت اسلام کے مقدس فرض کو ادا کرتے رہیں"۔

(الفضل - ۲۱ جولائی ۱۹۲۲ء)

اس وقت ہمیں ان سطور میں کچھ اور اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ جنہیں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ ہم اشاعت اور استحکام اسلام کے لئے اپنی ساری طاقت اور قوت خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی ہمارے راستہ میں روکاوٹ نہ ڈالے۔ تو ہم اس کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہیں۔ اور نہ ہمیں اتنی فرصت ہے لیکن افسوس ہے۔ کہ مسلمان کہلانے والوں کے ایک فرقہ کو یہ گوارا نہیں ہے۔ وہ ہمارے ساتھ اُلجھنا ضروری سمجھتا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ انہی لوگوں میں سے ایک ہے۔ یہ لوگ اسلام کو ایسا خطرناک نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جو بڑے سے بڑے دشمن بھی نہیں پہنچا سکتے۔ اگر ایسے لوگ اس وقت تک ہمارے راستہ میں حائل نہ رہتے۔ اور ہمارے اوقات و اموال کو اپنے جھگڑوں میں ضائع نہ کرتے۔ تو ہم خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے ان لوگوں کو جو اسلام سے بالکل ناواقف ہونے کی وجہ سے اب ارتداد کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ ایسے پکے مسلمان بنانے میں کامیاب ہو جاتے کہ وہ نہ صرف خود ارکان اسلام کے پابند ہوتے۔ بلکہ دوسرے لوگوں سے بھی پابندی کرانے کی کوشش کرتے۔ لیکن مشکل یہی ہے کہ ہمارے اوقات کا ایک بڑا حصہ ایسے لوگ ضائع کر رہے ہیں۔ جنہیں اسلام کی محبت کے مقابلہ میں اپنے ذاتی فوائد کی زیادہ محبت ہے۔

اب بھی وقت ہے۔ کہ وہ لوگ جو ہمارے تبلیغی کاموں میں مخل ہوتے ہیں۔ باز آ جائیں۔ تاکہ ہم نہ صرف نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان بنانے میں مصروف ہو سکیں۔ بلکہ غیر مذاہب کے لوگوں کو بھی اسلام میں داخل کر سکیں۔

اگر یہ بات منظور کر لی جائے۔ تو بہت تھوڑے عرصہ میں خدا کے فضل سے ہم اس فتنہ ارتداد کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔ کاش! دردمندان اسلام اس طرف متوجہ ہوں کہ یہ اسلام کے لئے نہایت ہی نازک وقت ہے ؎

مہاراجہ صاحب کپورتھلہ اور لائل گزٹ۔

سکھ اخبار لائل گزٹ (۴ مارچ ۱۹۲۳ء) مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کی شان میں اور شاہی خاندان کے متعلق بہت تیز اور تند الفاظ استعمال کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"دہرم کے لئے درد رکھنے والے سکھ اہلو والیہ گھرانہ کے سرکردہ ممبروں کو سر منہ منڈائے اور منہ میں سگرٹ لئے دیکھ کر خون جگر کے گھونٹ بھر کر رہ جاتے ہیں"۔

"یہ شاہی خاندان کپورتھلہ کے ممبروں کے یکے بعد دیگرے کیس کٹا دینے کے نتیجہ کے طور پر کپورتھلہ کے بڑے بڑے سکھ گھرانے سکھی سے منحرف ہو چکے ہیں"۔

ہم نہیں سمجھتے۔ لائل گزٹ نے محض کیس کٹا دینے کی بنا پر کپورتھلہ کے شاہی خاندان کو کیونکر "سکھی سے منحرف" قرار دے دیا ہے۔ جبکہ گرو گرنتھ صاحب میں یہ شلوک موجود ہے:۔

"چاہے لانبے کیس رکھ چاہے گھرڑ منڈائے"

یعنی جو چاہے وہ لمبے کیس رکھے اور جو چاہے منڈا ڈالے ایک ہی بات ہے۔

اس شلوک کو سب سکھ صاحبان تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں سکھوں سے قادیان میں جو زبردست مباحثہ ہوا تھا۔ اس میں سکھ مناظر بھائی گنگا سنگھ صاحب نے فرمایا تھا:۔

"یہ گرنتھ صاحب کا شلوک ہے۔ اور ہم اس کے قائل ہیں"۔

پس جب کیس رکھنا یا نہ رکھنا گرو گرنتھ صاحب کی رُو سے اختیاری بات ہے۔ تو "لائل گزٹ" کو اس قدر آپے سے باہر ہو کر شاہی خاندان کپورتھلہ کے خلاف ایسا فتویٰ نہیں دینا چاہیئے تھا +

گائے کی عظمت و حفاظت

گائے کو ذبح کرنے سے روکنے کے لئے اگر گاندھی جی ایسا بھگت ایک گال نہیں دونوں پر تھپیڑ کھانا منظور کرنیوالا۔ تحریک عدم تشدد کا موجد تلوار چلانے کی دھمکی سے باز نہیں آیا۔ تو شردھانند جی پنڈت دیانند کے پیرو بھلا کب خاموش اور پیچھے رہ سکتے تھے:۔

"راجپوتانے میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں۔ جن کے اجداد صداقت اسلام دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے اسلام میں ترقی نہیں کی۔ جہاں تھے وہیں جمے رہے۔ ان کو شُدھ کرتے ہوئے شردھانند صاحب نے جو پہلی بات ان کے کان میں ڈالی۔ وہ یہ تھی کہ:۔

"گئو کی رکھشا کے لئے پران تک دیدینا ہر ایک ہندو کا پرم دہرم ہے۔ اور راجپوت لوگ جو دہرم کے پالن کرنیوالے ہیں۔ ان کو ہندو دھرم کی رکھشا کرنی چاہیئے"۔

(پرتاپ - ۱۲ مارچ ۱۹۲۳ء)

اس پیام کا مطلب صاف اور واضح ہے۔ کہ گائے کو ذبح کرنے والوں کے خلاف آریوں اور ہندو راجپوتوں کو جنگ پر آمادہ اور تیار کیا جائے۔ کیا مسلمانوں نے بھی اپنی حفاظت کا کوئی سامان کیا ہے؟

ہندوؤں کے ذمہ دار لیڈر دیکھئے کس قسم کے اپدیش جاری ہے اس وقت جبکہ ۲۲ کروڑ ہندو بزور اپنا سکہ جمانے کے لئے کھڑے ہو جائینگے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

دنیا اور آخرة کے دکھوں سے بچنے کا طریق

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ

مورخہ ۲۳ فروری ۲۳ء بمقام پھیروچیچی

مرتبہ مکرمی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب وخاکسار رحیم بخش

تشہد اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

دکھ سے بچنے کی خواہش

دنیا میں جتنے لوگ ہیں وہ سارے کے سارے اس بات کی خواہش رکھتے ہیں۔ کہ دکھ اور تکلیف سے بچ جائیں۔ مسلمانوں کی ہی شرط نہیں غیر مسلمان بھی چاہتے ہیں۔ کہ دکھ سے بچ جائیں۔ عیسائی بھی۔ ہندو بھی۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو خدا کو نہیں مانتے۔ وہ بھی یہی چاہتے ہیں۔ کہ دکھ سے بچ جائیں۔ اگر یہ خیال انسان کے دل میں نہ ہوتا۔ تو مذہبوں کی گرم بازاری بھی دنیا میں نہ ملتی اتنے مذاہب جو دنیا میں پائے جاتے ہیں اور اتنے لوگ جو ان کے پھیلانے اور قائم رکھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ دکھ سے بچ جائیں اور چونکہ عام طور پر لوگوں کے دل میں خیال ہے۔ کہ جسم کے ساتھ روح بھی ہے۔ اور آئندہ بھی اس کی ہستی باقی رہیگی۔ اس لئے انسان چاہتا ہے کہ وہ اگلے جہان میں بھی دکھ سے بچ جائے۔ اس جہان میں وہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے۔ اور اگلے جہان کیلئے وہ مذہب کو اختیار کرتا ہے۔ سو دکھ سے بچنے اور سکھ کے حاصل کرنے کی خواہش ہر وجود میں پائی جاتی ہے۔

ہندو لوگ کیوں اپنے مذہب کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ کیوں لاکھوں روپیہ اس کی حفاظت پر خرچ کرتے ہیں بیشک تبلیغ سے ان کی ترقی نہیں ہوتی۔ مگر ان میں لاکھوں لاکھ سادھو ہیں۔ اور ان کا گذارہ دوسرے لوگوں کی آمدنیوں پر ہی ہے۔ کیوں ہندو لوگ لاکھوں سادھوؤں کو سہارا دیتے ہیں۔ اسی لئے کہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ سے ان کا دین قائم رہیگا۔ اور دین سے وہ دکھ سے بچ جائیں گے۔ مسلمانوں میں بھی ہر گاؤں میں کوئی نہ کوئی ملا ہوگا۔ اس کو سارا گاؤں خرچ دیتا ہے۔ کیونکہ وہ مُردوں کو نہلاتا ہے اور بعض رسوم جو چلی آتی ہیں۔ ان کو بجالاتا ہے۔ کیوں وہ ایسا کرتے ہیں؟ اسی لئے کہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ مُردوں کو اس سے آرام ہوگا۔ یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں۔ مگر خیال یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ دکھ سے بچ جائیگا۔ کتنے گاؤں ہیں دنیا میں مسلمانوں کے اور کتنے لاکھ آدمی ہیں جن کا خرچ مسلمان برداشت کرتے ہیں۔ اسی طرح پادری ہیں۔ پادری کا کیا کام ہوتا ہے۔ وہ بعض رسوم بجالاتا ہے۔ عیسائی لوگ۔ لاکھوں روپیہ ان کے اخراجات کے لئے اپنے اوپر ڈالتے ہیں۔ اس خیال سے کہ وہ اگلے جہان میں دکھ سے بچ جائیں۔

دکھ سے بچنے کی صرف خواہش سے کچھ فائدہ نہیں

اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا کا بہت سا مال اس غرض کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں یہ خواہش کی جاتی ہے کہ لوگ دکھ سے بچ جائیں۔ وہاں اس کے صحیح طریقوں کے استعمال میں لوگ غفلت کرتے ہیں۔ یہ خواہش تو ایک علم ہے۔ اس سے پتہ لگ جاتا ہے مگر خالی پتہ لگ جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ دیکھو ایک انسان کو بخار چڑھ جائے۔ اور اس کو پتہ لگ جائے کہ بخار ہے۔ تو کیا اس سے اس کا بخار اتر جائیگا۔ یا کسی کو کھانسی ہو جائے۔ تو کیا اس کے پتہ لگ جانے سے کھانسی دور ہو جائیگی۔ یا کسی کو زخم لگ جائے تو کیا اس کا پتہ لگ جانے سے اس کا زخم اچھا ہو جائیگا پتہ لگ جانے سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے تو فائدہ صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کا علاج کرانا چاہیئے۔ مثلاً پاگل ہیں۔ کوئی پاگل اپنا علاج کرانے نہیں جاتا۔ کبھی تم نے نہیں دیکھا ہوگا کہ کوئی پاگل اپنا علاج کرائے۔ پاگل تو کہتے ہی ان کو ہیں جن کو بیماری کا پتہ نہ ہو۔ سو اتنا فائدہ تو ہوگا۔ کہ انسان طبیب کے پاس جائیگا۔ لیکن محض پتہ لگنے سے بیماری اچھی نہیں ہوگی۔ بیماری تبھی اچھی ہوگی۔ جب اس کا علاج کیا جائے گا۔ پتہ لگ جانے کے بعد دوسرا قدم یہ ہوتا ہے کہ بیماری کا علاج کرایا جائے۔ اگر یہ پتہ لگ جائے کہ بخار ہے تو دوسرا قدم یہ ہوگا کہ کونین سے بخار اتر جاتا ہے۔ لیکن اس سے بھی بخار اتر نہیں جائیگا۔ اگر ایسا ہو تو ڈاکٹر بیمار ہی نہ ہوں۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اگر ان کی بیماری کا علاج درست نہ ہو تو بیماری بڑھ بھی جاتی ہے۔ اور مر بھی جاتے ہیں۔ سو خالی پتہ لگ جانے سے بیماری اچھی نہیں ہو جاتی نہ بیماری کا علاج معلوم ہونے سے وہ دور ہو جاتی ہے پہلے یہ معلوم ہو کہ بیماری ہے پھر یہ معلوم ہو کہ علاج کیا ہے۔ اور صحیح علاج کیا ہے اور پھر علاج میسر ہو اور پھر علاج کیا جائے۔ تب بیماری اچھی ہوتی ہے۔

جسمانی اور روحانی بیماریوں میں فرق

لیکن جہاں لوگ جسمانی بیماریوں کے متعلق سوچ لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے تشخیص کراؤ اور اس پر ترازو دیتے ہیں۔ بعض دکھانے کے بعد پوچھتے ہیں۔ اور ان کی تسلی نہیں ہوتی جب تک کہ بیماری کا پورا پتہ نہ لگ جائے۔ بعض لوگ خلیفہ اول رضہ کے پاس آتے تھے۔ اور پوچھتے تھے۔ کہ ہماری بیماری کیا ہے۔ مگر بعض بیماریاں ایسی باریک ہوتی ہیں۔ جن کا مریض کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے آپ بعض دفعہ ناراض ہوتے تھے۔ سو یہ انسان کی فطرت میں ہے۔ کہ بیماری کا پتہ لگائے لیکن روحانی بیماریوں کے متعلق لوگوں کو یہ فکر نہیں ہوتی۔ کسی کے دل میں یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ بیماری کیا ہے۔ جسمانی بیماریوں کے متعلق پوچھ لیتے ہیں۔ مگر روحانی امراض کے متعلق نہیں سوچتے بعض لوگ بیماری کو بھی سوچ لیتے ہیں۔ لیکن وہ آگے علاج کی فکر نہیں کرتے۔ مثلاً جھوٹ بولنا۔ چوری کرنا۔ تہمت لگانا فسق وفجور۔ اللہ کی محبت کا نہ ہونا۔ خدا کے کلام سے محروم رہنا۔ یہ سب روحانی بیماریاں ہیں۔ ان کا لوگوں

کو علم ہوتا ہے۔ مگر وہ کوشش نہیں کرتے۔ کہ ان کا علاج کریں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جھوٹ بولنا بیماری ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اس کا علاج کیا ہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ چوری کرنا بیماری ہے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ اس کا علاج کیا ہے۔ دوسرا قدم غفلت کا یہ ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ علاج معلوم کر لیتے ہیں۔ مگر یہ کوشش نہیں کرتے۔ کہ علاج کریں۔ مثلاً لوگ جانتے ہیں کہ کھانسی اور بخار میں بنفشہ مفید ہوتا ہے۔ مگر خالی اس علم سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ لوگوں کا بخار کونین سے اتر جاتا ہے۔ مگر ایک بیمار کو جو اسے استعمال نہیں کرتا۔ اس علم کا کیا فائدہ ہے۔ قیدی چھوٹ بھی جاتے ہیں۔ ہزاروں لوگ ہیں جو کہ مرتے وقت اچھے ہو جاتے ہیں۔ مگر اس سے کیا کوئی قیدی یا مریض خوش ہو جائیگا۔ اصل بات تو اس کا اچھا ہونا تھا اگر وہ اچھا نہیں ہوا تو اس علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مذہب کی صداقت کا اقرار کافی نہیں

مگر بہت لوگ ہیں جو دین کے معاملہ میں اس بات پر خوش ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کو مذہب کی صداقت کا پتہ لگ گیا۔ مسلمان عیسائی سے لڑتا ہے۔ کہ ہمارا دین سچا ہے۔ مگر خالی مذہب کی سچائی معلوم ہو جانے سے کیا فائدہ ہے۔ جب تک کہ مسلمان اسلام کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا دونوں میں فرق کیا ہے۔ وہ بھی جہنم میں جائیگا۔ اور یہ بھی۔ ایک نے حضرت عیسیٰ کو خدا بنا دیا۔ دوسرے نے اسلام کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ اس کو تو تب فائدہ تھا۔ کہ یہ عمل کرتا اور بچ جاتا۔ تب بیشک خوشی کی بات تھی۔ لیکن اگر یہ اس پر چلتا نہیں۔ تو کیا فائدہ۔ یہ مجرم بھی ہے اور بے وقوف بھی ہے۔ اس کو لوگ برا بھلا کہیں گے کہ اس کو پتہ تھا اور پھر گیا۔

سو یاد رکھو۔ کہ دنیا میں کوئی فائدہ علم کا نہیں ہوتا۔ جب تک اس علم کو عمل میں نہ لایا جائے۔

مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض کو پہچانو

ہماری جماعت میں بھی بعض لوگ ہیں۔ جو اس بات پر بڑے خوش ہوتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہچان لیا۔ مگر ان کی بعثت کی غرض کو نہیں پہچانتے۔ اس کی غرض تو نجات دینا تھی۔ اگر یہ حاصل نہیں ہوئی تو ان کے لئے آپ کا آنا اور نہ آنا برابر ہے۔ بلکہ پہلے ہم اندھیرے میں گر رہے تھے۔ اور اب ہم روشنی میں گر رہے ہیں۔ یہ بات اور الزام کے قابل ہے۔ جب تک اندھیرا تھا تو ہم خدا کو کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم کو پتہ نہ تھا۔ مولویوں نے دین کی شکل کو بگاڑ رکھا تھا۔ مگر جب اس نے لیمپ جلا دیا۔ تو ہمارا یہ عذر بھی جاتا رہا۔ جب اس نے حضرت مسیح موعود کو بھیجدیا۔ اور اس کے ذریعہ یہ بتادیا کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ مومنوں کی مدد کرتا ہے۔ ان سے باتیں کرتا ہے۔ اور اپنا جلال ظاہر کرتا ہے۔ تو پھر اگر ہم فائدہ نہ اٹھائیں اور اسے مردہ کی طرح چھوڑ دیں۔ تو ہم زیادہ مجرم ہوں گے اس لئے ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ ہم بہت احتیاط سے قدم رکھیں۔

احکام اسلام میں سستی کرنے والے

بہت لوگ ہیں جو نمازوں میں سست ہیں۔ اور روزہ نہیں رکھتے۔ بہت ہیں۔ جو اس طرح جھوٹ بولتے ہیں۔ جس طرح وہ پہلے بولتے تھے شہادت کو چھپاتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں۔ جس طرح وہ پہلے کرتے تھے۔ بہت لوگ ہیں جو لوگوں کے مال کو کھا جاتے ہیں جسطرح وہ پہلے کھا جاتے تھے۔ بہت ہیں جو ظلم کرتے ہیں۔ جس طرح وہ پہلے کرتے تھے۔ اسی طرح بہت ہیں جو دوسروں کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس طرح وہ پہلے دیکھتے تھے۔ تکبر کرتے ہیں۔ فتنہ اور لڑائی ڈلواتے ہیں جس طرح وہ پہلے کرتے تھے۔ بہت ہیں جو اس طرح بحثیں کرتے ہیں۔ جسطرح پہلے کرتے تھے۔ بہت ہیں جو اسی طرح تمسخر کرتے ہیں جسطرح پہلے کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کو صرف ایک نسخہ کا پتہ لگا ہے۔ ان کے لئے کوئی نجات نہیں ہوتی۔ کیونکہ انہوں نے نسخہ کو استعمال نہیں کیا۔ یاد رکھو کسی کو فائدہ نہیں ہو سکتا اور کوئی نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ نسخہ کو استعمال نہ کرے۔

نبی پر صرف ایمان لانا کافی نہیں

یہ ایک لغتی خیال ہے کہ صرف نبی پر ایمان لانے سے نجات ہو جاتی ہے۔ یہ عیسائیوں والا خیال ہے۔ اگر کسی پر ایمان لانے سے نجات ہو سکتی تھی تو وہ بڑے نبیوں کے سردار پر ایمان لانے سے ہو سکتی تھی۔ مگر اس نے بھی نجات نہ دی مسیح موعود تو آپکے خادموں میں سے ایک خادم ہیں اگر نبی کریم صلعم پر ایمان لانے سے نجات ہو سکتی تھی تو آپ کے بعد پھر خادم کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ عیسائیوں والا خیال ہے۔ لیکن اگر ایمان لانے کے بعد عمل کرنا ضروری ہے۔ تو نبیوں کی ضرورت ہے نفسانی کمزوریوں کے ہوتے ہوئے یہ خیال کر لینا کہ صرف ایمان لانا کافی ہے۔ یہ بیوقوفی ہے۔ پس اپنے دلوں کی اصلاح کی فکر کرو۔ اسلام جو احکام لایا ہے ان پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ تم کو اگر لوگ جھوٹ بولتا دیکھینگے۔ تو وہ کیوں احمدی ہوں گے۔ اسطرح تم اپنے آپ کو ہی دکھ میں نہیں ڈالتے بلکہ دوسروں کو بھی۔ پس تمہاری سستیاں دو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں۔

دوسروں کیلئے ٹھوکر کا موجب نہ بنو

ایک تمہاری اپنی خاطر کیلئے دوسرا قوم کیلئے ایک طرف تمہاری بدعملی تمکو دکھ میں ڈالتی ہے۔ دوسری طرف دوسرے لوگوں کو ہدایت سے محروم کرتی ہے۔ لوگوں کی نظریں تمہاری طرف ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے آکر کیا کیا۔ اگر تم ویسے کے ویسے ہی رہو گے تو پھر وہ کسطرح آپ کی صداقت کے قائل ہو سکتے ہیں۔ جب وہ دیکھینگے کہ تم کو اس دین سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ تو کیوں وہ اسکو قبول کریں گے۔ اگر کوئی تغیر اور کوئی تبدیلی اور کوئی سچا نمونہ اسلام کا اور اخلاق کا تمہاری زندگیوں میں ان کو نظر نہ آئیگا۔ تو بتاؤ کیا ضرورت ہے کہ لوگ قربانیاں کریں۔ دین کیلئے تو عورتوں کو خاوند چھوڑنے پڑتے ہیں۔ خاوندوں کو بیویاں چھوڑنی پڑتی ہیں۔ مال دینا پڑتا ہے۔ جان دینی پڑتی ہے۔ سب کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ جب آگے کچھ ملتا نہیں تو کیوں کوئی آپ کے دین کے لئے قربانی کریگا۔

پاک تبدیلی کرو

ہاں اگر وہ دیکھینگے کہ تم کو کچھ مل گیا ہے اور تمہاری زندگیوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو گئی ہے تو بیشک لوگ جہان کے دکھ اور عذاب سے بچنے کیلئے لوگ اپنا جان مال رشتہ دار وغیرہ قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائیں گے۔ ایسے سب سے بڑی تبلیغ اور تغیر جو ہو سکتا ہے وہ احمدیوں کے اخلاق کے ذریعہ اور ان کی روحانیت کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ جب لوگ آپکے اخلاق اور روحانیت کو دیکھینگے تو دیوانہ وار آپ کی طرف دوڑینگے ماشیٔ الیسار تک ٹھوکر کر

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

ساڑھے چار لاکھ مسلمان ارتداد کے لئے تیار ہیں

”وکیل“ امرتسر کی دعوت کا جواب

ملک کے گوشہ گوشہ میں جو آواز آج گونج رہی ہے۔ اور جس سے سب مسلمان کہلانے والوں کے دل پاش پاش ہو رہے ہیں۔ اور حواس پراگندہ ہیں اس سے مجھے اور احمدی جماعت کو ناواقفیت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہمارا تو کام ہی دن رات تبلیغ اسلام ہے۔ مگر چونکہ ہم دوسرے لوگوں سے امداد طلب نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ خواہ اسلام کے لئے کیسا ہی مفید معاملہ ہو۔ ہمارے ہاتھوں سے اس کا سرانجام پانا ہمارے بھائیوں کو شاق گذرا کرتا ہے۔ اور احمدیت اور غیر احمدیت کا سوال جھٹ درمیان میں آ کودتا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ اور نہ ضرورت سمجھی۔ کہ اس فتنہ کے متعلق جو کچھ ہم کوشش کر رہے تھے اس کا اعلان کریں لیکن چونکہ روزانہ وکیل امرتسر کے ۸ مارچ ۱۹۲۳ء کے پرچہ میں زیر عنوان ”علمائے اسلام کہاں ہیں“ ایک مضمون شائع کیا گیا ہے۔ اور اس میں مسلمان لیڈروں کو اس فتنۂ ارتداد کے انسداد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مجھے بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس اعلان کے ذریعہ سے اس شبہ کا ازالہ کر دوں جو ایڈیٹر صاحب وکیل کے دل میں پیدا ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی بعض ان باتوں کا بھی جواب دیدوں جو روزانہ وکیل نے بلا کافی غور کئے کے ہماری طرف منسوب کر دی ہیں۔

فتنۂ ارتداد کے متعلق ہماری کوشش۔

مجھے جوں ہی یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک قوم کی قوم ارتداد کے لئے تیار ہے۔ اسی وقت میں نے دفتر کو ہدایت کی۔ کہ اس امر کے متعلق پوری تحقیق کریں۔ کیونکہ یہ شبہ قوی تھا کہ آریہ لوگ اس امر کی کما حقہٗ اشاعت کبھی نہیں کرینگے۔ چنانچہ پہلے مختلف ذرائع سے اس خبر کی تصدیق کی گئی۔ اور ضروری حالات معلوم کرنے کے بعد فروری میں دو آدمی ابتدائی تحقیقات کے لئے بھیجدیئے گئے۔ جن میں سے ایک مولوی محفوظ الحق صاحب علمی مولوی فاضل تھے۔ جن کے والد صاحب اس علاقہ میں بطور واعظ اور بطور پیر دورے کرتے رہے ہیں۔ اور خود بھی وہ اسی علاقہ کے قریب کے رہنے والے ہیں۔ اور اس وجہ سے اس جگہ کے لوگوں کی بھی اور اس علاقہ کی بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ دوسرے صاحب عزیزم عبد القدیر صاحب بی اے تھے۔ جنہوں نے خدمت اسلام کے لئے زندگی وقف کی ہوئی ہے اور باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے لائق اور ہوشیار ہونے کے صرف تیس ۳۰ روپیہ گذارہ لیکر دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

ان لوگوں کی طرف سے رپورٹ پہنچنے پر کہ حالت بہت مخدوش ہے۔ اور فوری تدارک کی ضرورت ہے۔ میں نے ایک سکیم تیار کی ہے جس سے میرے نزدیک کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ ان واقعات سے ایڈیٹر صاحب وکیل کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ ہماری جماعت خاموش نہ تھی۔ اور نہ میں اس فتنہ کی طرف سے بے پروا تھا۔ ہمارے ۲ آدمی پہلے ہی جا چکے ہیں۔ اور آیندہ کے لئے ایک وسیع پیمانہ پر انتظام ہو رہا ہے۔

سلسلہ احمدیہ کی خدمات اسلام

میں خوش ہوں۔ کہ اس زمانہ میں جبکہ اسلام کی زندگی کی اس قدر پروا نہیں کی جاتی۔ جس قدر کہ دنیاوی متاع اور دنیاوی حقوق کی۔ روزانہ وکیل نے تبلیغ اسلام کی طرف توجہ کی ہے۔ اور اس کی اہمیت کو سمجھا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ وکیل نے اپنے جوش میں سلسلہ احمدیہ کی خدمات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اور ایسے رنگ میں سلسلہ کا ذکر کیا ہے۔ جس سے پڑھنے والوں کو دھوکا لگتا ہے کہ گویا دوسرے لوگوں کی طرح ہماری جماعت بھی اس فرض سے غافل ہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں صرف ہماری جماعت ہی اس فرض کو ادا کر رہی ہے۔ ہمارے غریب اور امیر سب کے سب اپنی بساط کے مطابق دین کی خدمت کے لئے اپنے مال قربان کر رہے ہیں۔ اور ان پڑھ اور عالم تمام کے تمام اپنی قدرت کے موافق اشاعت اسلام میں حصہ لے رہے ہیں۔ ہندوستان میں اسلام پر حملہ کرنے والوں کے سامنے اگر کوئی جماعت ہوتی ہے تو ہماری۔ بیرونی ممالک میں اسلام کی طرف سے دفاع اگر کوئی کرتا ہے تو ہم۔ پس باوجود اس کے۔ ایڈیٹر صاحب کا یہ لکھنا کہ "ہمارے مذہبی رہنما اسی کشاکشی میں اپنی جانیں لڑا رہے ہیں۔ کہ فلاں مباحثہ میں ہم نے کتنے غیر احمدیوں کو احمدی بنایا" کب درست ہو سکتا ہے۔ اور کس حد تک اس سے صحیح واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ ہم احمدی ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا ہی اس زمانہ کی سب بیماریوں کا علاج ہے۔ اور زمانہ ہمارے اس قول کی تصدیق کر رہا ہے۔ پس ہم بے شک غیر احمدیوں کو احمدی بناتے ہیں۔ اور ان کے احمدی بننے پر خوش ہوتے ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ ہمارا سب وقت صرف غیر احمدیوں کو احمدی بنانے پر خرچ ہوتا ہے۔ اور اسلام کے مصائب سے ہم آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ واقعات کے صریح مخالف ہے۔ اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک کام کرنے والی جماعت کے کام پر پردہ ڈالا جائے۔ ہمیں شکوہ ہے اور بجا شکوہ ہے کہ ہماری مخالفت میں ہمارے بھائی اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ ہماری خدمات اسلام بھی انکو بری لگتی ہیں۔ اور سوائے شاذ و نادر لوگوں کے اور وہ بھی شاذ و نادر موقعوں کے کوئی ان کو خدمات اسلام قرار دینے کے لئے بھی تیار نہیں۔ معزز وکیل نے جبکہ دشمنان اسلام کے لئے ایک عام دعوت دی تھی۔ ضروری تھا کہ اس کا عملی ثبوت دیتا۔ اور دوسرے غافل اور سست فرقوں کے ساتھ احمدیوں کو نہ ملاتا مگر افسوس ہے کہ روزانہ وکیل نے نہ صرف احمدیہ جماعت کو دوسروں سے ملا کر بیان کیا ہے۔ بلکہ ان کا خصوصیت سے ایسے پیرایہ میں ذکر کیا ہے جس سے پڑھنے والے کو دھوکا لگتا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ خانہ جنگی پر اپنی تمام قوت صرف کر دینے والوں میں سے احمدی جماعت ایک نمایاں جماعت ہے۔ اگر ایسے نازک وقت میں بھی جیسا کہ اسوقت اسلام پر آرہا ہے۔ اور ایسی عام تحریک کے وقت بھی جماعت احمدیہ کے اس نیک ذکر کو چھوڑ کر جس کی وہ مستحق ہے اس کا ذکر برے پیرایہ میں کیا جائے۔ تو امن کے وقت کسی نیک سلوک کی ہمیں کب امید ہو سکتی ہے ؛

میرا ہرگز اس سے یہ منشا نہیں کہ ہم اس سلوک سے گھبرا تے ہیں۔ یا اس کی وجہ سے ہم کام سے پیچھے رہنا چاہتے ہیں۔ بلکہ واقع یوں ہے کہ بہت دفعہ اسلام کی خدمت اور اس کی حفاظت کی خاطر دوسرے مسلمان کہلانیوالے لوگوں سے ہمیں سخت سے سخت ایذا بھی پہنچ جاتی ہے۔ پھر بھی ہم اس کی پروا نہیں کرتے اور اپنا کام کئے جاتے ہیں۔ ہم اسلام کے فدائی ہیں۔ اور اس کی خاطر اپنے مال اپنی جانیں اور اپنی عزت و آبرو تک قربان کرنے سے ہمیں دریغ نہیں۔ بلکہ ہم کو اگر ایسا کوئی موقع ملجائے تو ہم اسے فخر سمجھتے ہیں۔ پس لوگ ہمیں کچھ کہیں۔ خواہ ہمارے حفاظت اسلام کے کام کو حقیر سمجھیں۔ خواہ ہمارے کاموں پر پردہ ڈالیں۔ ہم اپنے کام میں سستی نہیں کر سکتے کیونکہ جب وہ ہمارا اور صرف ہمارا کام ہے اور اس کام پر ہمارے آقا اور ہمارے خالق نے ہمیں خود مقرر فرمایا ہے۔ تو دوسروں کی بدسلوکی ہم پر کیا اثر ڈال سکتی ہے۔ مگر ہمیں اس امر پر افسوس ضرور آتا ہے کہ ایک طرف تو زمانہ کی نازک حالت کو محسوس کیا جاتا ہے مگر دوسری طرف ہماری مخالفت یا ہمارے مخالفوں کا ڈر بہت سے لوگوں کو حق کے کہنے سے باز رکھتا ہے۔ کاش کہ مسلمان اس نازک حالت کو محسوس کر کے اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ اور ان کے دل اس صلاحیت کو اختیار کریں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نصرت ملتی ہے۔ اور اس کا فضل جذب کیا جاتا ہے ؛

فتنہ ارتداد اور ہم

اس ضمنی بات کے بیان کر دینے کے بعد جس کا بیان کرنا ایک تو اس غلط فہمی کے دور کرنے کے لئے ضروری تھا۔ جو وکیل کے منقولہ بالا فقرہ سے پیدا ہوتی تھی۔ اور دوسرے خود مسلمانوں کی روحانی حالت کی اصلاح کی طرف توجہ دلانے کے لئے ضروری تھا۔ اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں۔ ان رپورٹوں سے جو ہمارے وفد نے بھیجی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ سے اور بعض خاص طریقوں کے اختیار کرنے سے جن کا بیان کرنا اس جگہ مناسب نہیں۔ آریوں نے ملکانہ قوم پر ایک خاص اثر پیدا کر لیا ہے۔ اور اس قوم کی حالت نازک ہے۔ دو ہزار کے قریب لوگ شدھ ہو چکے اور باقی لوگ باوجود سمجھانے کے رکتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ میں نے اس قوم کی حفاظت کے لئے جس کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ ایک خاص سکیم سوچی ہے۔ جس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ایک حد تک فتنہ کی رو موجودہ حالات کے باوجود بھی رد کی جا سکتی ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اس کا بد اثر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت کلی طور پر دور کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہی فتنہ اسلام کے لئے موجب رحمت ہو سکتا ہے۔ مگر جیسا کہ پچھلا تجربہ بتاتا ہے۔ ہمارے لئے اس سکیم پر عمل کرنا بہت سی مشکلات رکھتا ہے۔ ہم نے اسوقت تک جو پورے طور پر

اس کام پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور جو بات اب بھی ہمیں روک رہی ہے یہ ہے کہ جس وقت ہمارے کارکن اس کام کی غرض سے میدان میں آئے۔ تمام مسلمان کارکن آریوں اور ملکانوں کو چھوڑ کر ہمارے پیچھے پڑ جاوینگے۔ اور بجائے فائدہ کے سخت نقصان پہنچیگا ؛

ہماری بے جا مخالفت

یہ بات میں یونہی نہیں لکھتا۔ لمبا تجربہ اس پر شاہد ہے ایڈیٹر صاحب وکیل کے گھر کا واقعہ ہے۔ دو سال ہوئے میرا امرتسر میں لیکچر ہوا۔ لیکچر کا مضمون مسیحیت کے خلاف تھا۔ دوران لیکچر میں میں نے یہ امر بیان کیا۔ کہ مسیحیت کو اس امر پر ناز ہے۔ کہ ہمارے ہاں خدا کو باپ قرار دیکر انسان اور خدا میں ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم کر دیا ہے۔ مگر یہ دعویٰ باطل ہے۔ کوئی مذہب ایسا نہیں۔ جس نے خدا تعالیٰ کو اس قسم کے نام سے یاد نہ کیا ہو چنانچہ مختلف مثالیں دیتے ہوئے میں نے بتایا کہ ہندوؤں میں خدا تعالےٰ کو ماں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ماں کا رشتہ باپ سے زیادہ محبت کا ہوتا ہے۔ اور پھر بتایا کہ اسلام نے خدا تعالیٰ کو خود باپ اور ماں تو نہیں کہا۔ کیونکہ یہ الفاظ اس حقیقی تعلق کو نہیں بتاتے۔ جو بندہ اور خدا میں ہونے چاہئیں۔ لیکن یہ ضرور بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا تعلق ماں باپ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس تعلیم میں اسلام مسیحیت اور ہندو مذہب دونوں سے بہت بالا ہے۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر شور مچا دیا۔ کہ یہ بات کہاں لکھی ہے۔ اس کا حوالہ دو۔ ایک جماعت امرتسر کے لوگوں کی ان کے ساتھ مل گئی۔ اور لیکچر گاہ میں شور پڑ گیا۔ باوجود بار بار سمجھانے کے مولوی صاحب باز نہ آئے۔ اور انھوں نے لوگوں کو اکسانا شروع کر دیا۔ کہ اس جگہ بیٹھو ہی نہیں۔ فوراً یہاں سے چل دو۔ اور نہ جانے والوں پر فتوے لگانے شروع کئے۔ مسلمانوں میں سے تو کئی لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ مگر ہندو لوگ بیٹھے رہے۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے بڑے زور سے کہنا شروع کیا کہ اے ہندوؤ! تمہیں شرم نہیں آتی کہ یہ تمہارے مذہب کی ہتک کر رہا ہے۔ اور پھر تم یہاں بیٹھے ہو۔ وہ ہتک کیا تھی۔ وہ میرا یہ فقرہ تھا۔ کہ اسلام کی تعلیم اس بارے میں مسیحیت بلکہ ہندو مذہب سے بھی اعلیٰ ہے۔ سینکڑوں مسلمان وہاں موجود تھے۔ مگر کسی نے اس بات کو برا نہ منایا۔ نہ کسی اخبار نے اس بیہودگی پر نوٹس لیا۔ کیوں؟ آہ! صرف اس لئے کہ ہماری مخالفت میں اگر اسلام کو بھی قربان کرنا پڑے۔ تو اس کی پروا نہیں کی جاتی ؛

ایک مثال بالکل تازہ ہے۔ ابھی دہلی میں ہمارا جلسہ ہوا ہے۔ اور جس تاریخ کو وکیل نے ہمیں اس امر کی دعوت دی ہے۔ کہ ہم اسلام کی حفاظت کے لئے باہر نکلیں۔ اسی تاریخ دہلی میں ہمارا ایک مباحثہ آریوں سے ہو رہا تھا۔ اس دن ہماری مخالفت کے نشہ میں سرشار مسلمان کہلانے والوں کی ایک جماعت آریہ واعظ کے ساتھ مل کر پنڈال میں داخل ہوئی۔ اور اس کی تائید کے لئے ڈنڈے اور سونٹے ساتھ لائی۔ مباحثہ کے شروع میں ایک نظم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پڑھی گئی۔ جس میں آریوں کی اس دشنام دہی کا ذکر ہے۔ جو وہ تمام بانیان مذاہب کے متعلق کرتے ہیں۔ اور اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

جتنے نبی تھے آئے موسیٰ ہو یا کہ عیسےٰ
مکار ہیں یہ سارے ان کی ندا یہی ہے

جس وقت یہ شعر پڑھا گیا۔ آریہ لیکچرار نے اشتعال دلانے کے لئے کہہ دیا کہ دیکھو مسلمانو! تمہارے نبیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اس پر سخت شور پڑ گیا۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر قاسم علی خان صاحب رامپوری پر جو نظم پڑھ رہے تھے۔ بڑے زور سے لٹھ مارا۔ اور اگر میز پر لگ کر لٹھ ٹوٹ نہ جاتا اور ان کو لگ جاتا۔ تو شاید خون ہی ہو جاتا۔ باوجود بعض شریف غیر احمدیوں کے سمجھانے کے کہ یہ تو آریوں کا ذکر ہے۔ کہ وہ ایسا کہتے ہیں نہ کہ خود حضرت مرزا صاحب کا قول ہے۔ لوگ شورش سے باز نہ آئے۔ اور مباحثہ ملتوی ہو گیا ؛

کچھ عرصہ ہوا۔ کہ ایک معزز ہندو صاحب ہمارے ذریعہ سے مسلمان ہوئے۔ انہوں نے سنایا۔ کہ ایک مولوی صاحب جموں میں ان کو بلکہ بڑے زور سے سمجھاتے رہے۔ کہ احمدیہ اسلام سے تو ان کو ہندو مذہب میں ہی رہنا اچھا تھا۔ اب تو انھوں نے اپنی عاقبت بالکل ہی خراب کر لی ہے ؛

یہ تو ہندوستان کے واقعات ہیں۔ ایک بڑے خاندانی اور معزز امریکن تاجر جو مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ سے احمدی ہوئے ہیں۔ انھوں نے ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے۔ کہ وہ کچھ امریکن لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے۔ کہ انہوں نے اسلام کے بعض عیوب بیان کئے۔ اس پر انہوں نے احمدی نقطۂ خیال سے ان اعتراضات کے جواب دئے۔ ایک بنگالی مسلمان جو ایک عرصہ سے امریکہ میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اس نو مسلم بھائی کی یہ مدد کی۔ کہ جھٹ ان مسیحیوں کو کہنا شروع کر دیا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ تو احمدیوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ اصل بات وہی ہے۔ جو تم کہتے ہو۔ آخر بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی۔ کہ اس نے کہدیا کہ یہ تو ناواقف ہے۔ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں۔ مرزا غلام احمد ایک ٹھگ اور دو کا غدار آدمی تھا (نعوذ باللہ من ذالک) ان لوگوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ وہ امریکن نو مسلم لکھتا ہے۔ کہ خواہ تم برا مانو یا اچھا سمجھو۔ مجھے اس کی یہ حرکت کہ اس نے بلا وجہ حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ ایسی بری معلوم ہوئی۔ کہ میں نے اس کی گردن پکڑ لی۔ اور اس کو مار کر کارخانہ سے باہر نکال دیا۔

احمدیوں کی مخالفت میں مسجد ویران کر لی۔

ڈیٹرائٹ ملک امریکہ میں بعض ترکوں نے ایک مسجد بنائی تھی مفتی محمد صادق صاحب اسوقت وہاں تھے۔ وہ مسجد کئی لاکھ روپیہ کے خرچ سے بنائی گئی تھی۔ اور بڑی شاندار تھی۔ مفتی صاحب نے اس کی آبادی کی کوشش کی۔ اور وہ مسجد بہت آباد ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد لوگوں میں احمدیت کا پودہ اکھاڑ پھینکنے کی لہر پیدا ہوئی۔ مسجد بنانیوالوں اور بعض دوسرے لوگوں نے مفتی صاحب کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ آخر انکو

وہ جگہ چھوڑنی پڑی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب مقناطیس نہ رہا۔ تو لوہا پھر لوہے کا لوہا ہو گیا۔ لوگوں نے مسجد میں آنا چھوڑ دیا۔ نمازیں چھٹ گئیں۔ اب ایک مشہور مسیحی رسالہ مسلم ورلڈ میں ہنسی اُڑائی گئی ہے۔ کہ ڈیٹرائٹ کی بہت بڑی مسجد کے متعلق اس کے بنانے والوں نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ چونکہ مفتی صاحب کے چلے جانے کے بعد وہ مسجد ویران ہو گئی ہے۔ اس لئے مجبوراً ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ چونکہ مسجد کا مسجد کی صورت میں بیچنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے مسجد کو گرا کر اس کی زمین فروخت کر دیں۔ جب مفتی صاحب کام کرتے تھے اور مسجد آباد تھی تب تو احمدیت کے جرم میں ان کا مقابلہ کیا گیا۔ ان کو تنگ کیا گیا۔ اور وہاں سے چلے جانے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن جب مسجد ویران ہو گئی تو احمدی کارکنوں کی قدر معلوم ہوئی۔ اور پھر بھی یہ نہیں کیا گیا کہ ان کو کام کے لئے بلایا جاتا۔ بلکہ خانۂ خدا کو گرا کر مسیحیوں کے پاس فروخت کر دینے کا اعلان کر دیا۔ اب خواہ وہاں شراب خانہ یا جوئے خانہ ہی کوئی کیوں نہ بنا دیں۔ کانپور کی مسجد کے غسل خانہ پر اس قدر شور تھا۔ اب اپنے ہاتھوں ایک مسجد کو گرا کر فروخت کرنے کی تجویز ہے ؛

امریکہ میں اسلام کو جو فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔ جس طرح سینکڑوں آدمی اسے قبول کر رہے ہیں۔ اس حال کو جلے دل سے مسلمان کہلانے والے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ احمدیوں کے ہاتھ سے ہو رہا ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ احمدی رپورٹوں کو تو سوائے ایک دو اخبارات کے کسی نے بھولے سے شائع نہیں کیا۔ لیکن ہمارے رسالہ سے جو امریکہ سے شائع ہوتا ہے۔ اور باقاعدہ افغانستان میں جاتا ہے۔ امان افغان نے اگر یہ خبر لکھ دی۔ کہ امریکہ میں مبلغین اسلام کے ذریعہ کثرت سے مسیحی مسلمان ہو رہے ہیں۔ تو جھٹ زمیندار جیسے پرچہ نے بھی اس کو شائع کر دیا۔ گویا احمدیت کا نام ہی ایسا تلخ تھا۔ کہ ان اخبار کے شائع کرنے میں روک تھا ؛

فتنہ ارتداد کے متعلق ہمارا درد

جب بغض اس قدر بڑھا ہوا ہے۔ اور جب دل اس قدر پھٹے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں کیا تسلی ہو سکتی ہے۔ کہ جس وقت ہمارے مبلغ اس علاقہ میں جاویں۔ اس وقت سب سے زیادہ دشمنی ان کو خود مسلمان کہلانے والوں کی ہی جانب سے نظر آوے۔ اور سب سے زیادہ تکالیف وہ انہی کی طرف سے پاویں۔ ہم تکالیف سے نہیں ڈرتے۔ ہم دشمنی کی پروا نہیں کرتے۔ ہم نے کب پہلے کسی مولوی یا سجادہ نشین یا لیڈر کی مخالفت کی پرواہ کی ہے۔ کہ اب اس کی پروا کرینگے۔ لیکن اسوقت سوال نہایت نازک ہے۔ جب ایک ایک آدمی کا سوال ہوتا ہے۔ جب مستقبل اپنی وسعت کے ساتھ ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ ہم کسی کی مخالفت کی پروا نہیں کرتے۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ آج نہیں۔ کل ہم غالب آ جاوینگے۔ زمانہ ہمارے سامنے پڑا ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس وقت جس امر کی فکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک خاص قوم ایک قلیل عرصہ میں اسلام کو ترک کر کے ہندو مذہب کو اختیار کرنیوالی ہے۔ بے شک وہ ہماری جماعت میں سے نہیں۔ اس کا اپنے رسمی اسلام کو چھوڑ دینا نہ ہمارے لئے موجب عار ہے۔ اور نہ ہمارے کاموں میں روک۔ لیکن پھر بھی ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اب وہ اپنے آپ کو غلامان اسلام میں سے سمجھتی ہے اور پھر اسلام اور سردار اسلام کو گالیاں دیگی۔ یہ اشتراک ہمیں اس درد سے علیحدہ نہیں رکھ سکتا۔ اور ہم ڈرتے ہیں۔ کہ اگر اس میدان میں ہمارے پہنچنے سے تفرقہ و شقاق کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ تو بہتر ہے۔ کہ ہم دُور ہی رہیں۔ تا ہوتا ہوا کام بھی رُک نہ جائے۔ اور بجائے فائدہ کے نقصان نہ ہو۔ اگر ہمارے جانے پر مولوی صاحبان بجائے خوش ہونے کے ان لوگوں کو یہ تلقین کرنے لگیں کہ ان کی بات ماننے سے تو ہندو ہو جانا زیادہ اچھا ہے۔ یا یہ کہ ہمارے مبلغوں کو اپنی طرف اُلجھا لیں۔ اور اِدھر اُدھر کی بحثوں پر مجبور کر دیں۔ تو اس کا نہایت سخت خطرناک اثر پڑے گا۔ اور اس قوم کی ہلاکت میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا میں اس واقعہ کو نہیں بھول سکتا۔ کہ ۱۹۱۳ء میں دیو سماجیوں نے فیروزپور میں خدا کے ماننے والوں کا ناک میں دم کیا ہوا تھا۔ وہاں کی احمدیہ جماعت نے مجھے لیکچر کے لئے بلوایا۔ اور میرا لیکچر خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں تھا۔ ایک صاحب نے بیس دن تک محلوں میں لیکچر دیا کہ اس کے لیکچر کو سُننے نہ جانا۔ پھر یہ خیال کر کے کہ اب اس قدر تاکید کے بعد کون مسلمان لیکچروں میں جاویگا۔ خود لیکچر سُننے کے لئے آ گئے۔ جب کسی نے پوچھا کہ مولانا یہ کیا؟ تو کہنے لگے۔ کہ میں تردید کی خاطر لیکچر کے نوٹ لینے آیا ہوں۔ اس سوال پر کہ لیکچر تو اس بات پر ہے کہ خدا تعالےٰ کا وجود ثابت ہے۔ اور اس کے منکر جھوٹے ہیں۔ کیا آپ اس کی تردید کرینگے؟ ایسے دم بخود ہوئے۔ کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ یہی حال ملکانہ قوم کے تعصبات میں نہ ہو۔ تبلیغ کے مختلف طریق ہوتے ہیں۔ ان میں تبلیغ کرتے ہوئے کئی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں۔ جو غیر احمدی علماء کے نقطۂ خیال سے مخالف ہونگی میں ڈرتا ہوں۔ کہ وہ اسوقت آریوں کو چھوڑ کر ہمارے پیچھے پڑ جاوینگے دوسرے موقع پر تو ہم ان کی مخالفت کو پرپشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔ مگر اس موقع پر یہ امر ان کا اس قوم کے لئے تباہی کا موجب اور دشمنوں کے لئے شماتت کا باعث ہوگا ؛

اس روک کا ذکر کر دینے کے بعد جو ہمارے راستہ میں حائل ہے میں سمجھدار طبقہ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ فی الواقعہ اس موقع کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ تو پھر ان کو چاہیئے۔ کہ اس امر کا علاج کریں۔ اور یا پھر اگر مولوی صاحبان کی طرف سے کوئی فتنہ اُٹھے۔ تو سمجھ لیں کہ اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے ہم تو انشاء اللہ تعالےٰ باوجود ان کی مخالفت کے بہت کامیابی حاصل کرینگے۔ لیکن کام کو سخت نقصان ضرور پہنچے گا ؛

اسلام سے محبت رکھنے والوں سے خطاب

اسکے بعد میں اس کام کی اہمیت کی طرف تمام اُن لوگوں کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ جو اسلام سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ قوم جس پر اس وقت آریوں کے دانت ہیں گو ساڑھے چار لاکھ کے قریب ہے۔ لیکن اس قوم کے پیچھے ایسی ہی حالت کے ایک کروڑ آدمی اور ہیں۔ جو جلد یا بدیر ان مُرتدین کی اقتدا کرینگے۔ پس یہ مت خیال کرو۔ کہ ساڑھے چار لاکھ آدمی اسلام سے مُرتد ہونے لگا ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہماری تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ بہت وسیع ہے۔ اور ایک کروڑ آدمی پر اس حملہ کی زد پڑتی ہے۔ اس کی تفصیلات میں اسوقت پڑنا خود اس کام کے لئے مضر ہے۔ مگر خطرہ نہایت سخت ہے۔ اور اگر آج کچھ نہ کیا گیا۔ تو کل اس کا علاج بالکل ناممکن ہو جائے گا *

مسلمان یہ نہ خیال کریں۔ کہ نہایت آسانی سے وہ ان قوموں کو ارتداد سے روک لینگے۔ سولہ سال سے ان قوموں میں بعض نہایت ناواجب اور مخفی ذرائع سے کام لیا جا رہا تھا۔ اور اب ان قوموں کے دماغ میں ہندو خیالات موجزن ہو رہے ہیں۔ جس طرح ایک پیدائشی مسلم کی نسبت ایک نومسلم میں جوش زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اس قوم میں سخت جوش ہے۔ جب تک ایک لمبی اور باقاعدہ جنگ نہ کی جائے گی (سعی اور تبلیغ کی نہ کہ تلوار کی) اس وقت تک ان علاقوں میں کامیابی کی اُمید رکھنا فضول ہے۔ اس کام پر روپیہ بھی کثرت سے خرچ ہوگا۔ ان لالچوں سے ان لوگوں کو قابو کیا جا رہا ہے۔ ان کا مقابلہ بھی ضروری ہوگا۔ روپیہ کے ساتھ روپیہ کے دیانتدارانہ طور پر خرچ ہونے کا بھی سوال ہے۔ اس کا بھی نہایت مناسب انتظام کرنا ضروری ہوگا۔ ورنہ ان کو ارتداد سے روکتے روکتے اور ہزاروں کو اسلام سے بدظن کر دیا جائیگا۔ ہندو اپنی پُرانی کوششوں کے باوجود دس۱۰ لاکھ روپیہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مُسلمانوں کو نیا کام شروع کرنا ہے ان کے لئے بیس۲۰ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ جس کا ایک ایک پیسہ اس تحریک اور اس کے متعلقہ کاموں پر خرچ ہونا چاہیئے۔ نہ یہ کہ جمع کرنیوالوں کی جیبوں میں چلا جائے *

ہم پچاس۵۰ ہزار روپیہ اس کام کے لئے جمع کرینگے

مَیں اس کام میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ماتحت ہر طرح کی مدد دینے کے لئے تیار ہوں۔ ہماری جماعت قلیل اور پھر کمزور ہے۔ ہندوستان میں آٹھ کروڑ آدمی مسلمان کہلاتے ہیں۔ ہماری پانچ لاکھ کی جماعت سب کی سب ہندوستان میں ہی فرض کر لی جائے۔ تب بھی ہماری جماعت کے حصہ میں بیس۲۰ لاکھ روپیہ کا ایک سو ساٹھواں حصہ آتا ہے۔ یعنی تیرا۱۳ں ہزار روپیہ کے قریب۔ جب اس امر کو دیکھا جائے۔ کہ کروڑپتی تو الگ رہے۔ ہماری جماعت میں ایک آدمی بھی لاکھ پتی نہیں ہے۔ اور نہ کوئی والیٔ ریاست ہے تو ہمارا حصہ تقسیم مال کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف دو تین ہزار روپیہ بنتا ہے۔ پھر ہماری جماعت کی عورتیں اس وقت جرمن میں مسجد بنانے اور وہاں تبلیغ اسلام کا کام جاری کرنے کے لئے پچاس ہزار روپیہ کی فکر میں ہیں۔ اور تیس۳۰ ہزار روپیہ اس کام کے لئے دے چکی ہیں۔ پس اسوقت وہ چندہ میں حصہ نہ لے سکینگی۔ اور گویا ہماری نصف جماعت صرف حصہ لے سکیگی۔ مگر پھر بھی اس موقعہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی غریب جماعت کی طرف سے جو پہلے ہی چندوں کے بار کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر دوسرے لوگ بقیہ رقم مہیا کریں۔ تو ہم پچاس۵۰ ہزار روپیہ یعنے کل رقم کا چالیسواں حصہ انشاء اللہ اس کام کے لئے جمع کرینگے۔ میں سردست یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ روپیہ کس طرح خرچ کیا جائیگا کیونکہ یہ امر کام سے دلچسپی رکھنے والی جماعتوں کے مشورہ کے بعد اور روپیہ کی حفاظت کے کامل اطمینان کے بعد طے پا سکتا ہے۔ مگر میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ فتنۂ ارتداد کو روکنے کے لئے اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے اس قدر رقم ہم لوگ انشاء اللہ جمع کر لیں گے *

ہم کس قدر مُبلّغ دینگے

علاوہ ازیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق کے ماتحت ہماری جماعت تیس۳۰ آدمی تبلیغ کا کام کرنے کے لئے دیگی۔ جن کے اخراجات وہ موعودہ رقم میں سے خود برداشت کریگی۔ اور اگر اس رقم سے زیادہ خرچ ہوگا۔ تو بھی وہ خود اپنے مُبلّغوں کا کل خرچ ادا کریگی۔ اور مَیں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اگر زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہوئی۔ تو ہماری جماعت انشاء اللہ سینکڑوں تک ایسے آدمی مہیا کر دیگی۔ جو تبلیغ کا عمر بھر کا تجربہ رکھتے ہوں گے۔ گو عرب کام کے لحاظ سے وہ جوان نہ کہلا سکیں *

دوسرے مُسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے

اپنی طرف سے ان وعدوں کا اعلان کرنے کے بعد میں دوسری جماعتوں کو جو ہمیں ہندوؤں اور عیسائیوں سے زیادہ کافر قرار دینے کی فکر میں لگی رہتی ہیں۔ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس میدان عمل میں جلد آویں۔ کہ اس موقعہ پر اگر انھوں نے ایثار سے کام نہ لیا۔ تو اُن کا مُسلمان کہلانے اور زندہ قوم کہلانے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ اہل حدیث ہماری نسبت آٹھ دس گنے زیادہ ہیں۔ اور بڑے بڑے مالدار لوگ ان میں شامل ہیں۔ پچھلے سال مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے قادیان کے جلسہ کے موقع پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے یہ دعوےٰ کیا تھا۔ کہ امام جماعت احمدیہ کلکتہ تک ان کے ساتھ چل کر دیکھ لے۔ اور معلوم کر لے۔ کہ کس پر ہر جگہ پھول پڑتے ہیں۔ اور کس پر پتھر۔ مَیں کہتا ہوں۔ عقلمند مقابلہ اور مبارزہ کے لئے بھی کوئی مفید موقع تلاش کرتا ہے۔ اب اُن پر پھول برسانے والوں کے اخلاص کے امتحان کا موقع ہے۔ ہماری جماعت سے دس بیس گنے زیادہ نہیں۔ جو رقم کہ اُن کی تعداد اور ان کے تموّل کو مدنظر رکھ کر اہل حدیث کے ذمہ لگتی ہے۔ صرف چار گنے اس نازک موقعہ کے لئے اہل حدیث سے جمع کر دیں۔ اور

اِسی نسبت سے کام کرنے والے آدمی مہیا کردیں۔ اہل حدیث کی جماعت دو لاکھ روپیہ اور ایک سو بیس آدمی اس کام کے لئے پیش کرے۔ شیعہ لوگ اس جماعت سے بھی زیادہ ہیں۔ اور بہت مالدار ہیں۔ وہ پانچ لاکھ روپیہ اور دو سو آدمی اس کام کے لئے پیش کریں۔ حنفی سب جماعتوں سے زیادہ ہیں۔ وہ ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ اور پانچ سو آدمی اس کام کے لئے پیش کریں۔ اگر اسوقت مختلف فرقے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنے گھروں میں بزدلوں کی طرح بیٹھے رہے۔ تو دُنیا پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ ان کا دعوےٰ اسلام صرف دکھاوے کا ہے۔ حقیقتاً ان کو اسلام سے کوئی بھی دلچسپی نہیں۔ میرے نزدیک ہر جماعت کے سربرآوردہ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ فوراً اپنے اپنے لوگوں کی طرف سے مطلوبہ رقم کا اعلان کردیں۔ اور پھر ایک مقررہ مقام پر جمع ہوکر کام کی تفصیل اور انتظام پر غور کرلیا جائے۔ اب اس امر کا وقت نہیں۔ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنا وقت ضائع کیا جائے۔ اب کام کا وقت ہے۔ دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھ کر جب تک کام نہ کیا جاوے گا۔ اسوقت تک ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔ اگر میرے اس اعلان کے بعد بجائے کام شروع کردینے کے اس پر اشتہار بازی شروع ہوگئی۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ کام کرنے کی روح مرگئی ہے۔ اور دل اسلام سے بیزار ہو چکے ہیں ۞

مَیں نے اپنی سکیم کی تفصیلات کو طے کرنے کے لئے اور وقت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے چودہری فتح محمد صاحب ایم اے ناظر تالیف واشاعت کو جو خود راجپوت ہیں۔ اور کئی سال تک انگلستان میں تبلیغ کا کام کرچکے ہیں۔ اور اسوقت اشاعت اسلام کے صیغہ میں سیکرٹری ہیں۔ ان علاقوں کا دورہ کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ ان کی رپورٹ پر ہم تو انشاء اللہ اپنے رنگ میں کام شروع کردینگے۔ پھر ذمہ واری دوسرے لوگوں پر ہوگی۔ کیونکہ اس کام کو جب تک منتظم صورت میں نہ کیا گیا۔ جلدی اور وسیع نتائج پیدا ہونگے

سربرآوردہ لوگوں کے لئے پرائیویٹ چٹھی

چونکہ اس کام کے متعلق بعض امور ایسے ہیں کہ ان کا عام طور پر شایع کردینا تبلیغ کے راستہ میں روک ہوگا۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ہر جماعت کے سربرآوردہ لوگوں میں ایک پرائیویٹ چٹھی کے ذریعہ اس کام کی بعض تفاصیل کو پیش کردوں۔ جسے میں انشاء اللہ تعالیٰ چند دنوں تک شایع کرنے کے قابل ہوسکوں گا یہ چٹھی صرف ایسے لوگوں میں شایع کی جائیگی جو کسی جماعت پر اثر رکھتے ہیں۔ اور جن کی نسبت یہ معلوم ہوا۔ کہ دیانتداری سے اس بوجھ کے اُٹھانے میں حصہ لینا چاہتے ہیں ۞

ایڈیٹران اخبارات سے درخواست

آخر میں تمام ایڈیٹران اخبارات سے جن کے پاس یہ اعلان پہنچے۔ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس اعلان کو اپنے اخبار میں شایع کردیں۔ تاکہ تمام ان لوگوں کو جو اس کام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اطلاع ہو۔ اور تا شاید خوابیدہ دلوں میں کوئی بیداری پیدا ہو۔ ورنہ ہم تو حجت پُوری کر ہی چکے ہیں ۞

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین ۞

خاکسار

میرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ

(مورخہ ۹ مارچ ۱۹۲۳ء)

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا اعلان فتنہ ارتداد کے انسداد کے متعلق

۱۰ مارچ عصر کے بعد درس القرآن سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے حسب ذیل تقریر فرمائی ۔

جماعت احمدیہ کا اخلاص و ایثار

میں نے پچھلے جمعوں کے خطبات میں اس بات پر خصوصیت سے تقریریں کی ہیں - کہ ہماری جماعت کے اخلاص دینی قربانی اور ایثار کا نمونہ اور کہیں نہیں پایا جاتا - اور میں نے امید ظاہر کی تھی - اور سچے طور پر ظاہر کی تھی - کہ اگر ہماری جماعت کے لوگوں کو اسلام کے لیئے جانیں پیش کرنے کی بھی ضرورت پڑے گی - تو وہ اس سے دریغ نہ کریں گے میری یہ امید بلا وجہ نہ تھی - اور نہ بلا ضرورت تھی - بلا وجہ تو اس لئے نہیں - کہ ہماری جماعت کی عورتیں جو گو دین کے متعلق اخلاص اور محبت میں بہت بڑھی ہوئی ہیں - لیکن علمی لحاظ سے مردوں سے بہت پیچھے ہیں - ان کے متعلق خطرہ ہو سکتا تھا - کہ شاید دین کے لیئے قربانی نہ کر سکیں - لیکن جب ان کا موقع آیا - تو انہوں نے قربانی اور ایثار کا بے نظیر نمونہ پیش کیا -

راجپوتوں کا ارتداد

اور میری امید بلا ضرورت اس لئے نہ تھی - کہ ایک بات جس کے متعلق میں کئی دنوں سے سوچ رہا تھا - وہ ہماری جماعت کے لوگوں کے جانی قربانی کے لیئے تیار ہونے سے ہی ہو سکتی تھی - وہ ضرورت جس پر میں ایک ماہ سے زیادہ عرصہ سے غور کر رہا تھا - اور اس کے متعلق سوچ رہا تھا - وہ سلسلہ ارتداد ہے - جو یو - پی میں شروع ہو گیا ہے - اس علاقہ میں ایک قوم جو چار لاکھ کے قریب ہے - اس میں آہستہ آہستہ آریوں نے ارتداد پھیلانے کی کوشش شروع کی ہوئی تھی - اور اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے - کہ قریب ہے وہ تمام کی تمام قوم آریہ ہو جائے - وہ لوگ ہندو نہیں کہلاتے - بلکہ ملکانے کہلاتے ہیں - اور ان میں بعض رسوم مسلمانوں کی پائی جاتی ہیں - مثلاً وہ مسلمان مولویوں سے نکاح پڑھواتے ہیں - مگر پنڈتوں سے بھی نکاح پڑھوا لیتے ہیں - ان میں سے بعض ختنہ کراتے ہیں - اور بعض نہیں کراتے - بعض مردوں کو دفن کرتے ہیں اور بعض جلاتے ہیں - کھانے پینے میں مسلمانوں سے چھوت چھات رکھتے ہیں - سروں پر بودی رکھتے ہیں - ان لوگوں کی حالت چونکہ معلوم نہ تھی - اس لئے میں نے ۱۴ یا ۱۹۱۵ء میں ان کا حال معلوم کرنے کے لیئے یہاں سے دو تین آدمیوں کو بھیجا تھا - عبد الصمد صاحب پٹیالے والے کو اور فلاسفر صاحب کو اور غالباً اسی علاقہ میں بدر الدین صاحب کو جو آج کل لنگر میں کام کرتے ہیں - مگر ان لوگوں نے ایسی کم ہمتی دکھائی - کہ یونہی چند دورے کر کے واپس آ گئے - اور صحیح حالات کا پتہ لگا کر نہ لائے - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اس طرف سے خاموش ہو کر بیٹھ رہے - اور دوسرے لوگوں کو تو اس کی فکر ہی نہ تھی - مگر آریوں نے آہستہ آہستہ کوشش جاری رکھی - اور اب یہ حالت پیدا ہو گئی ہے - کہ وہ سارے لوگ آریہ ہونے والے ہیں - اور آج ہی وہاں سے جو آدمی ہو کر آیا ہے - وہ بتاتا ہے - کہ ان کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ ایک گاؤں میں کچھ لوگ انہیں سمجھانے کے لئے جانے لگے - تو انہوں نے کہلا بھیجا - کہ اگر کوئی یہاں آیا - تو ہم اسے قتل کر دیں گے -

ایسے موقع پر غیر احمدیوں سے یہ امید رکھنا کہ وہ کچھ کرنے کی کوشش کریں گے - فضول ہے - چنانچہ آنے والے آدمی نے بتایا ہے - کہ جب ان لوگوں نے قتل کی دھمکی دی - تو غیر احمدی جو روانہ ہوئے تھے - واپس آ گئے - حالانکہ میں سمجھتا ہوں - قتل ہی ایسے علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے نتیجہ خیز ہو سکتا ہے - اور ضروری ہے - میں سمجھتا ہوں - اگر ایک دو تین آدمی قتل ہو جائیں - تو اس ساری قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچا سکتے ہیں - اول تو یہ بات ہی باطل معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ تبلیغ کرنے والوں کو قتل کر دیں گے - لیکن اگر ایک کو قتل کریں - تو دوسرا اس کی جگہ چلا جائے - اور دوسرے کو قتل کریں - تو تیسرا روانہ ہو جائے - تو وہ لوگ ضرور ارتداد سے بچ جائیں گے - کیونکہ اس طرح ان کو معلوم ہو جائے گا - کہ ہم کوئی ایسی قیمتی چیز کھونے لگے ہیں - جس کے لئے یہ لوگ جانیں دینے کے لئے تیار ہیں - اور دے رہے ہیں -

ہر قربانی کیلئے تیار ہو جاؤ

میں نے اس کے متعلق ایک سکیم تیار کی ہے چونکہ اس وقت یہاں لوگ تھوڑے ہیں - اس لئے ارادہ ہے - کہ جمعہ میں اس سکیم کا اعلان کر دوں - لیکن چونکہ مرکز کے لوگوں کا زیادہ استحقاق ہے - کہ قربانی کریں - اور یہ زیادہ مستحق ہیں - کہ قربانی کے لئے تیار ہونے کا انہیں سب سے پہلے علم ہو - اور سب سے پہلے اخلاص کا اظہار کریں - اس لئے یہاں کی جماعت کو میں نے پہلے سنا دیا ہے تا جن لوگوں کو خدا تعالیٰ توفیق دے - وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار رکھیں - یہ ہماری جماعت کے لئے اس قسم کا پہلا موقع ہے -

یہ تقریر اگرچہ صرف مقامی اصحاب کے لئے بطور اطلاع ہے - اور ساری جماعت کے لئے مکمل اعلان انشاء اللہ اگلے اخبار میں شائع ہوگا - لیکن بیرونی احباب کو چاہیئے - کہ ابھی سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے اعلان پر لبیک کہنے کیلئے تیار ہو جائیں - کیونکہ اس سرزمین میں جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث کیا - ایسا خطرہ جو یو - پی میں پیش آ گیا ہے - ہمارے لئے نہایت ہی اہم ہے - ہمارا

فرض ساری دنیا کو مسلمان بنانا ہے۔ اور اس کے لئے ہم یورپ اور امریکہ میں کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ہندوستان ہی کے لاکھوں انسانوں کو ہم اسلام کے جھنڈے تلے نہ لا سکے۔ اور ہمارے دیکھتے دیکھتے ان کو آریہ یا ہندو بنا لیا گیا۔ تو یہ کس قدر افسوسناک بات ہوگی۔

پس ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ جانی اور مالی طور پر اس فتنہ کو دور کرنے میں حصہ لینے کے لئے اپنے آپ کو جلد سے جلد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حضور پیش کر دیں۔ پھر جن کو حضور مناسب سمجھیں گے۔ روانگی کا حکم دیں گے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ خطبہ جمعہ (۹ ؍ مارچ) میں حضور نے جو سکیم بیان فرمائی ہے۔ اور جو انشاء اللہ اگلے پرچہ میں مفصل درج ہوگی۔ اس میں حضور نے اپنے آپ کو پیش کرنے والوں کے لئے یہ شرطیں پیش کی ہیں۔ (۱) انہیں اپنے خرچ پر وہاں جانا اور اپنے ہی خرچ پر وہاں رہنا ہوگا۔ وہاں رہنے کی کم از کم مدت تین ماہ ہوگی۔ (۲) اپنے گھر کا خرچ بھی انہیں خود برداشت کرنا ہوگا۔ سلسلہ کی طرف سے کوئی مدد نہ دی جائے گی۔ (۳) احکام کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی کرنی ہوگی۔ اور جو بھی حکم ملے۔ اسے بلا چون و چرا تسلیم کرنا ہوگا۔

چونکہ ارتداد کا فتنہ مدتوں کی سوچی ہوئی تجویزوں اور پورے پورے انتظامات کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے۔ اور بڑی کثرت سے آریہ اور ہندو اس وسیع علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی بڑی وسیع کوشش اور سعی کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے بہت سے آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اخراجات کا بھی سوال ہے۔ جماعت کو ان دونوں باتوں کے لئے بالکل تیار رہ کر مکمل سکیم کا انتظار کرنا چاہئے۔ جو امید ہے انشاء اللہ اگلے ہی پرچہ میں شائع ہو جائے گی۔

جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوشش ایک سکھ اخبار کی نظر میں

ہماری تبلیغی کوششوں کے متعلق وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اتنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ کہ کبھی ان کا ذکر زبان پر لائیں۔ بلکہ الٹا ہمارے راستہ میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ ہماری مخالفت پر آمادہ اور تیار رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مضمون میں جو اسی اخبار میں شائع ہو رہا ہے۔ مثالوں اور واقعات کو پیش کر کے بتایا ہے۔ ان کے مقابلہ میں غیر مذاہب کے لوگ ہمارے متعلق جو خیالات رکھتے ہیں وہ ذیل کے ایک تازہ اقتباس سے جو سکھ اخبار اجیت (۷ ؍ مارچ ۱۹۲۳ء) امرتسر کا ہے۔ معلوم ہو سکتے ہیں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

"اسلام کے دائرہ میں قادیان کے اندر ایک چھوٹی سی مذہبی پارٹی آنکھوں کے سامنے قائم ہوئی۔ جس کا کام امریکہ۔ انگلینڈ۔ جاپان۔ جیسے ممالک میں جاری ہے۔ اس پارٹی کے مذہبی پرچارک دور دراز ممالک میں جا کر نہایت سرگرمی و جانفشانی سے پرچار کر رہے ہیں۔ ان کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک ملک میں انہیں کامیابی ہو رہی ہے۔"

کیا مسلمان اخبارات سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ جس طرح غیر مسلم اخبارات ہماری تبلیغی کوششوں کی اطلاع کبھی کبھی اپنے ناظرین کو دیتے رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی مسلمانوں کو بتاتے رہیں۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے ہم کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اس سے ہماری یہ منشاء نہیں۔ کہ ہماری شہرت اور ناموری ہو۔ بلکہ یہ ہے کہ تا اور لوگوں کو بھی اشاعت اسلام کی طرف توجہ پیدا ہو۔ اور اگر اور نہیں تو کم از کم ہمارے تبلیغی راستہ میں تو کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالیں۔

حیدر آباد میں کسی نے احمدیت سے توبہ نہیں کی

اسی اخبار کے لیڈنگ آرٹیکل میں اخبار اہلحدیث کے اس بیان کے متعلق کہ ۱۹ ؍ فروری تک مولوی ثناء اللہ کے مواعظ سے ۱۳ قادیانی تائب ہو چکے ہیں۔ ہم نے لکھا تھا۔ کہ یہ خبر جھوٹی افواہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور اس کے متعلق ہم براہ راست اطلاع کے منتظر ہیں۔ الحمد للہ جو اطلاع ہمیں پہنچی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ اور اس کی تردید جماعت احمدیہ حیدر آباد نے بذریعہ اشتہار کر دی ہے۔ چنانچہ انجمن مذکور کے اشتہار ۲۸ ؍ فروری ۱۹۲۳ء میں مخالفین کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے کہ

"جس قدر نام آپ لوگوں کی طرف سے اخبار رہبر دکن میں آج تک شائع کر دئے گئے ہیں۔ کہ فلاں فلاں شخص نے احمدیت سے توبہ کی۔ الحمد للہ کہ وہ سب غلط ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص بھی احمدی نہیں تھا۔ اور یہ سب کارروائی فرضی ہے۔ اگر کسی احمدی نے واقعی توبہ کی ہے۔ تو اس کو سامنے لاؤ۔ اور ثبوت دو کہ اس کا سلسلہ احمدیہ کے ساتھ کب تعلق تھا۔ ہمارے پاس رجسٹر موجود ہے۔ جس میں بیعت کرنے والے لوگوں کے نام درج ہیں۔ اگر چاہو تو دیکھ لو۔"

اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس وقت تک دو نئے اصحاب سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

بجنور کا اخبار نجات (۷ ؍ مارچ) اخبار اہلحدیث کی اس غلط بیانی کے ذکر میں جو حیدر آباد کے احمدیوں کی توبہ کے متعلق کی گئی تھی۔ لکھتا ہے۔

"مولوی ثناء اللہ امرتسری آج کل حیدر آباد دکن میں قادیانیوں کے خلاف مصروف جدوجہد میں ہیں۔ اور حال ہی میں ان کے ذاتی اخبار اہلحدیث نے آپ کی کارگذاریوں کی تشہیر کرائی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ آپ کے مواعظ سے ۱۳ قادیانی راہ راست پر آ گئے۔ بہتر ہوتا کہ مولانا کی قوت سوامی شردھانند۔ لالہ ہنسراج وغیرہم کے خلاف صرف ہوتی۔ اور مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا جاتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے علماء باہمی مناقشات میں اس قدر پھنسے ہوئے ہیں۔ کہ آپس کی تو تو میں میں ان کو سخت ضرورت میں بھی آمادہ کار نہیں کرتی۔ ضرورت یہ ہے کہ اسلام کا ہر سچا فرزند اب غیر مذاہب کے مبلغین کے مقابلہ پر ڈٹ جائے۔ اور کشتی اسلام کو بھنور سے نکال لے۔"

ملکانوں کی ہدایت کے لئے دعوت

تحریک اتحاد کے موقع پر جمعیۃ العلماء کی لبیک

ہمارے خلاف ظالمانہ فتویٰ

اسوقت جبکہ ہندوؤں کے تمام فرقے متفقہ طور پر راجپوتوں کو مرتد کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہزاروں کو آریہ بنا چکے ہیں۔ مسلمانوں کے علماء اور وہ علماء جو "جمعیۃ العلماء" کے کارکن ہیں۔ اور ان کے صدر صاحب جس شغل میں مشغول ہیں۔ اس کا پتہ ان کے اس "متفقہ فتویٰ" سے لگ سکتا ہے۔ جو ہمارے خلاف ان ہی دنوں دہلی میں شایع کیا گیا ہے۔ یہ فتوےٰ ذیل میں اس لئے درج کیا جاتا ہے کہ مسلمان اخبارات جو قریباً سب کے سب یک زبان ہو کر اس امر پر زور دے رہے ہیں۔ کہ تمام مسلمان متفق اور متحد ہو کر فتنہ ارتداد کا مقابلہ کریں۔ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ اس نازک وقت میں "جمعیۃ العلماء" اس تحریک پر لبیک کہنے کے لئے کس قدر تیار ہے اور اسلام پر جو خطرناک حملہ ہو رہا ہے۔ اس کے اندفاع کے لئے کس طرح وہ دوسروں کو دعوت دے رہی ہے۔ اگر ان لوگوں کو ذرہ بھر بھی اسلام سے محبت ہوتی اور اس نازک حالت کا کچھ بھی احساس ہوتا۔ تو بجائے ہمارے خلاف فتویٰ بازی کرنے کے ملکانوں کے بچانے کی کوئی صورت کرتے۔

ان لوگوں کو جو دوسروں کے ساتھ ہم پر بھی آپس میں اُلجھنے کا الزام لگاتے ہیں۔ یہ فتویٰ پڑھ کر بتانا چاہیئے کہ جب اسلام کے مدعیوں کی طرف سے ہمارے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک ہو رہا ہے۔ تو ہم کس طرح مخالفین اسلام کے خطرناک حملہ کے انسداد میں پورے زور اور ساری طاقت سے مشغول ہو سکتے ہیں۔

کاش! مسلمان موقع کی نزاکت اور اہمیت کو سمجھیں اور ایسے فتویٰ بازوں کے متعلق پورے زور سے نفرت اور حقارت کا اظہار کریں۔ تا انہیں ہم خادمان دین اسلام کے رستہ میں روکاوٹیں ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

مذکورہ بالا فتویٰ حسب ذیل ہے:-

مرزائیوں کے متعلق علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ

علمائے کرام سے نہایت ضروری سوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ماہر شرع متین اس بات میں کہ مرزا غلام احمد قادیانی از روئے شرع کیسا شخص تھا۔ اور اس کے پیرو جلسہ وغیرہ میں جو عقائد بیان کرتے ہیں۔ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ وہ کیسے ہیں۔ ان کی مجالس میں شامل ہونا۔ ان کی تصانیف کو مطالعہ کرنا کیسا ہے۔ بینو توجروا۔

جواب

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسول اللہ۔ واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت تھا عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان (یوسف نجار کے بیٹے ہونے کا لگایا ہے) حالانکہ قرآن مجید میں صاف طور پر وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے مریم علیہا السلام سے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی خرافات مرزائیہ ایسی ہیں۔ کہ ادنےٰ درجہ کا مسلمان بھی ان کو نہیں بیان کر سکتا بلکہ سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ جبکہ قرآن مجید و احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہو گیا۔ کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہو چکی۔ پھر کون لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنیوالا محمد رسول اللہ کے بعد ایسے کذاب کو قدر رفعت اور تسلیم کے ساتھ یاد کر سکتا ہے۔ مگر اب اُن کے پیرو شب و روز یہی مشغلہ پسند کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم نہیں۔ مرزا صاحب نبی ہیں یہ صریح کفر اور قرآن حدیث سے انکار ہے۔ ان کے جلسوں میں جانا۔ ان کی کتابوں کو پڑھنا عام مسلمانوں کو ان لوگوں سے ملاقات کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ چنانچہ اب دہلی میں طوفان عظیم کی شکل پیش آرہی ہے کہ جس کا دارومدار محض جھوٹ اور قرآن حدیث کی مخالفت پر ہے۔ ان کے جلسہ کا اشتہار شایع ہوا ہے۔ اس کو بند کرنا اوروں کو بھی اس سے روکنا ہر سعی و کوشش سے اس کو مٹانا تعلیم شرعی ہے تمام مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اس جلسہ کی رونق واثر کو گرد و غبار کی طرح اُڑا دیں۔ دوسرے یہ کہ یہ فرقہ ایسا بے اعتبار اور بے بنیاد ہے کہ ان ہی کا دوسرا گروہ انکو کھلی چٹھی کے نام سے اشتہار دیتا ہے۔ لکھتا ہے کہ جو شخص بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ کافر ہے دجال ہے لعین شیطان کا بھائی ہے۔ اس امر کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ و نیز کتب مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔ اور لکھتا ہے کہ میرا دعویٰ ہے کہ محمودی جماعت معہ محمود احمد صاحب قادیانی کے قرآن کریم میں تحریف معنوی آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ کہ مسلمان بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اس دشمن اسلام فرقے سے جہاں تک ہو سکے۔ اپنے آپکو بچا دیں۔ پھر آگے ان کے عقائد بھی لکھتے ہیں۔ نمبر ۱ حضرت مرزا صاحب اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں (فداہ ابی و امی) کوئی فرق نہیں۔ بلکہ بعض بدزبان مرزا صاحب کو افضل بھی مانتے ہیں نمبر ۲۔ اسمہٗ احمد کی آیۃ سیدنا محمد رسول پر چسپاں نہیں ہوتی۔ بلکہ حضرت غلام احمد قادیانی پر۔ نمبر ۳۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہو گیا۔ جب تک مرزا غلام احمد کی رسالت و نبوت پر ایمان لایا جاوے کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نمبر ۴۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ گیا۔ اب قادیان ہی چشمہ ہو گیا۔ یہ کفریات اور خرافات مرزائیوں کی ہیں جن کو ان ہی کے گھر کے لوگ بتاتے ہیں۔ اور بھی بہت سی کفریات انکی ہیں۔ غرضکہ شرعی حکم یہ ہے کہ کسی مسلمان کو انکی کسی مجلس میں جانا چاہیئے اور جہانتک ہو سکے دوسروں کو بھی نہ جانے دے اور ان کی رونق واثر کو بخوبی مٹانا چاہیئے۔

العاجز الراجی رحمۃ الرحمان عبید الرحمٰن کفاہ المنان

مجیب صاحب کی رائے سے میں متفق ہوں مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت اور اس کے تابعدار کافر مرتد خارج اسلام سے ہیں۔ مرزا غلام احمد مدعی خالقیت والوہیت بھی ہے اور مدعی نبوت بھی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو چور دغاباز وغیرہ وغیرہ کفریات اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اُن کے جلسہ میں ہرگز شرکت نہ کریں۔ بلکہ ہر ایک ممکن صورت سے ترک موالات کریں۔ اُن کے وعظ وغیرہ کو سننا جائز نہیں۔ احمد اللہ مدرس مدرسہ مسجد حاجی علی جان دہلی۔

الجواب صحیح:۔ بیشک تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان کے یعنی گمراہوں کے جلسہ میں نہ شریک ہوں۔ وہاں کلمات کفریہ سننے پڑیں گے۔ معاذ اللہ۔ محمد کرامت اللہ عفی عنہ

جو مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ درست ہے۔ محمد عبد الغنی عفی عنہ

الجواب صحیح:۔ بہت سے مفاسد دینی اور شر انگیز کفریات کیوجہ سے جو اس جماعت کی کتابوں میں موجود اور زبانوں پر جاری ہیں۔ تمام مسلمانوں کو ان کے جلسے میں شریک ہونے کو گناہ گمراہی اور ضرر دین خیال کرتا ہوں۔ عبد الحمید مدرس مدرسہ دار الھدیٰ دہلی

مرزا غلام احمد کی تالیفات و تصنیفات میں بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جو صراحتاً اسلام کے خلاف ہیں۔ اسیوجہ سے ہندوستان کے معتمد علماء نے مرزا اور ان کے مریدین کے کفر پر متفقہ فتویٰ دیدیا ہے۔ جو بہت عرصہ پیشتر طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہٗ مدرس مدرسہ امینیہ

مرزا قادیانی کے کفر میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ خادم العلماء سلطان محمود مدرسہ فتحپوری دہلی۔

علماء کرام کا متفقہ فتویٰ مرزا کے کفر پر ہو چکا ہے۔ لہذا مرزا کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ عبد السبحان غفرلہٗ مدرس مسجد فتحپوری دہلی

مرزا غلام احمد کی اکثر تالیفات سے مرزا کا کافر ہونا ثابت ہے۔ محمد شاہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی۔

بیشک مذکورہ فی السوال میں سے ہر امر کا مرتکب کافر ہے اور ایسے مجالس میں شریک ہونا عین اعانت علی المعصیۃ ہے۔ اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ان کے جلسوں میں جانے سے خود کو روکے اور دوسروں کے روکنے میں سعی بلیغ کرے۔ وحید حسین مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صحیح:۔ بیشک یہ فرقہ گمراہ ہے۔ ان کے جلسہ میں شریک ہونا حرام و باعث گناہ عظیم ہے۔ واللہ اعلم ابو طاہر بہاری عفی عنہ مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

الجواب صحیح:۔ محمد فضل الرحمٰن غازی پوری مدرس مدرسہ دار الحدیث الرحمانیہ دہلی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے کفریات سے لبریز ہیں۔ ایسے شخص کے کفر میں کچھ شک نہیں ہے۔ کریم بخش عفی عنہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی تالیفات کفریات سے لبریز ہیں ان کے مطالعہ کرنے کے بعد اس کے کفر میں کسی کو شبہ نہیں رہتا۔ داؤد محمد عفی عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو بوجہ اپنی صریح کفریات کے ضال و مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان سے بچنا ان سے دور رہنا فرض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین

بلاشبہ یہ لوگ ظالم اور دین اسلام کے دشمن ہیں۔ ان کے جلسوں کی شرکت حرام ہے۔ پس مسلمانوں کو بالکل دور رہنا چاہیئے واللہ اعلم محمد عبد السلام مبارکپوری مدرس مدرسہ دار الحدیث الرحمانیہ

قادیان مذکورہ چونکہ ختم رسالت اور دیگر ضروریات پوری ہو گئی۔ لہذا اس کے کفر وارتداد میں کوئی شک نہیں۔ سید احمد مدرس نصرۃ الاسلام

مرزائیوں کی تحریرات سے کوئی شخص ناآشنا نہیں ہے احادیث و قرآن کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جسکی نظیر قرون مشہود لہا بالخیر میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم یعنی آخر زمانہ میں ایسے جھوٹے پیدا ہوں گے جو ایسی باتیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنی اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی۔ واجب ہے کہ اُن سے کنارہ کش رہو ایسا نہ ہو کہ تمہیں گمراہ کر دیں۔ فتنہ میں ڈالدیں۔ عام مسلمانوں کو ان کے جلسوں سے بچنا فرض ہے۔ محمد اسحٰق مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ۔

مرزا غلام احمد کے اعتقادات لغویات و کفریات سے پُر ہیں اور اس کے ماننے والے بھی عموماً جلسوں میں وہی کفریات بکتے ہیں۔ اُن کے جلسوں میں شرکت کرنے والے بھی ان میں شمار کئے جانے کے مستحق ہیں۔ من تشبہ بقوم فھو منھم اللہ تعالےٰ نے مومنین کی صفت بیان کی ہے۔ والذین ھم عن اللغو معرضون جو لوگ ان میں شرکت حاصل نہ کریں گے وہ مومن ہیں۔ اس کے مخالف شریعت سے باہر ہیں۔ محمد عبد العلیم ٹونکی مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی۔

الجواب صحیح:۔ محمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی۔

ان کی مخالطت سے مسلمانوں کو احتراز واجتناب لازم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین ابو محمد عبد الرحمٰن العظیم آبادی مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی۔

مرزائی اپنے عقائد کی وجہ سے بیشک کافر ہیں علامہ ابن حزم نے اپنی محلی میں ایسے لوگوں کو کافر فرمایا ہے۔ فقط عنایت اللہ مرزائی ظالم ہیں ظالموں سے بچنا چاہیئے۔ قال اللہ تعالےٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ابو سعید محمد شرف الدین مدرس اول مدرسہ حضرت میاں صاحب مرحوم دہلی۔

بیشک مرزائی کافر ہیں۔ مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ ان کے جلسہ میں ہرگز نہ جائیں۔ ورنہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے محمد یونس مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر فتویٰ علماء ہندوستان کا ہو چکا ہے۔ اب ان کی مجالسوں میں شریک ہونا مسلمانوں کو ہرگز بچا ہیئے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین واللہ اعلم سید ابو الحسن عفی عنہ

بیشک ایسے جلسہ میں مسلمانوں کو نجانا چاہیئے۔ اور ان لوگوں سے سخت پرہیز کرنا چاہیئے۔ عبد الرشید عفی عنہ الحمید مدرس مدرسہ مسجد محتسب دہلی۔

مرزا قادیانی اور اس کے اتباع گمراہی فرقہ ہے۔ لہذا ایسی مجالس میں شریک ہونا مسلمانوں کی شان سے بعید ہے۔ محمد عبد الحفیظ

نوٹ:۔ مرزائیوں نے اپنی شہرت کیواسطے اہلحدیث کانفرنس کو مخاطب کر کے اشتہار دیا ہے۔ اہلحدیث کانفرنس نے بڑی تعلّی کے ساتھ اور بجز فخر سے مناظرہ منظور کیا ہے بالکل غلط اور دروغ

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)